بین المذاہب مکالمہ

زلزلے کیوں آتے ہیں؟ (ii)

تنظیم اسلامی
تحریک اقامت دین کے سلسلہ کی کڑی

اسلام اور سیکولرازم

ہر نئے عہد کی تعمیر یونہی ہوتی ہے

حج کی تیاری کیجئے

دل یا شکم؟

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

صدائے عمل

ایک ہی علت سے دو مختلف نتیجے پیدا نہیں ہو سکتے۔ اصل یہ ہے کہ دنیا کا سر انقلاب وتغیر ہمیشہ صدائے عمل کے آگے جھکا ہے، نہ کہ صدائے قول کے سامنے۔ حقیقی شے ہر تعلیم کے لیے "نمونہ" ہے، اور جب تک مصلح اپنے اندر اپنی اصلاح کا نمونہ نہیں رکھے گا، اس کی تعلیم دلوں کی قبولیت اور روحوں کی اطاعت سے محروم رہے گی۔

آگ جب جلتی ہے تو سب سے پہلے جلانے والے کو گرم کرتی ہے۔ اگر تمہارے پاس آگ موجود ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو سوز وتپش میں دہکاؤ، پھر دوسروں کو گرمی و حرارت کی دعوت دینا۔ اگر خود تمہارے اندر آگ موجود ہے تو اس مجمر سوزاں کو جہاں کہیں بھی رکھو گے، خود بخود ہر طرف گرمی پھیل جائے گی۔ کیوں کہ گرمی آگ کے شعلوں سے نکلتی ہے، برف کی سل سے پیدا نہیں ہو سکتی!

اسلام نے ایک جماعت صحابۂ کرامؓ کی پیدا کر دی تھی، جو اس تعلیم کا ایک صحیح ترین عملی نمونہ اپنے اندر رکھتی تھی، اور ان میں کا ہر فرد اس اسوۂ حسنہ کی قوت سے ایک ایک اقلیم کی تسخیر اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھتا تھا۔ ان کے اعمال کے اندر تعلیمات الٰہیہ کی مقدس انگیٹھی شعلہ فروز تھی، اس لیے وہ جہاں جاتے تھے، ایک آتش کدۂ اثر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد

سورۃ الاعراف

(آیات:26تا29)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾
یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ
حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾﴾

”اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور اُن سے اُن کے کپڑے اُتروا دیے تاکہ اُن کے ستر اُن کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں، جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور خدا نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رُخ کیا کرو اور خاص اُسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو۔ اس نے جس طرح تم کو ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔“

ایک فکر اور فلسفہ جو آج بھی موجود ہے، وہ یہ ہے کہ لباس تو خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ اللہ جب انسان کو پیدا کرتا ہے تو اس پر کوئی لباس نہیں ہوتا، جیسے دوسرے تمام حیوانات ہیں کہ ان کا کوئی لباس نہیں۔ گویا لباس نہ پہننا ہی اچھی بات ہے۔ بعض ملنگ قسم کے لوگ ننگ دھڑنگ رہتے ہیں اور لوگ انہیں پہنچے ہوئے سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کا رواج عرب میں بھی تھا۔ چنانچہ ان کے مرد اور عورتیں مادر زاد ننگے کعبہ کا طواف کرتے تھے اور اس کام کو بہت اونچا تصور کرتے تھے۔ یہاں اس بات کی تردید ہو رہی ہے۔ دراصل لباس اللہ کی نعمت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور تمہارے لیے آرائش کا سبب بھی ہے اور اس سے اوپر ایک اور لباس بھی ہے اور وہ ہے تقویٰ کا لباس“۔ یہ بات بھی واضح ہو کہ بسا اوقات انسان لباس پہن کر بھی ننگا ہوتا ہے۔ بعض عورتیں اتنا تنگ لباس پہنتی ہیں کہ جس سے جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہوتے ہیں یا اُن کا لباس اتنا باریک ہوتا ہے جس کے اندر سے جسم جھلکتا ہے۔ ایسا لباس جائز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں“۔ ”وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ“ سے واضح فرما دیا کہ ظاہری لباس کے اوپر شرم و حیا کا لباس بھی مطلوب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے، تاکہ لوگ نصیحت اخذ کریں۔

بنی آدم کو شیطان کے دھوکہ فریب اور وساوس سے بچ کر رہنے کی تلقین کرنے کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے اولادِ آدم! ہوشیار رہو۔ شیطان تمہیں دھوکہ دینے‘ فتنہ میں مبتلا کرنے اور بہکانے نہ پائے، جیسا کہ اُس نے تمہارے ماں باپ (آدم و حوا) کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ اس نے ان سے ان کا لباس اتروا لیا تھا تاکہ ان کی شرمگاہیں ان پر عیاں کر دے۔ اے اولادِ آدم! یہ بات بھی یاد رکھو کہ ابلیس کو (قیامت تک کے لیے) چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ وہ مسلسل زندہ ہے اور جنوں میں سے اس کی اولاد اور ایجنٹ بھی موجود ہیں۔ چونکہ جنات غیر مرئی (invisible) مخلوق ہے، اس لیے وہ تو تمہیں دیکھتے ہیں‘ تاکتے ہیں‘ تم پر داؤ لگاتے ہیں، لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست اور ساتھی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ ظاہر ہے جہاں گندگی ہوگی، وہاں مکھی تو آئے گی۔ ایسے ہی وہ افراد ہیں جو ایمان سے محروم ہیں، شیطان ان کا ساتھی اور خیر خواہ بن جاتا ہے اور ان کے ہاں ڈیرہ جما لیتا ہے۔ فارسی میں محاورہ ہے کہ ”خانہ خالی را دیو می گرد“ خالی مکان میں بھوت پریت گھس آتے ہیں۔ جب انسان کے دل میں ایمان نہ ہوگا تو شیطان تو وہاں بسیرا کرے گا۔

فرمان نبوی ﷺ

تواضع و خاکساری

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَا اَیُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ نَفْسِهٖ صَغِیْرٌ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِهٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ)) (رواہ البیہقی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ میں بر سرِ منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو‘ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے‘ آپ فرماتے تھے: ”جس نے اللہ کے لیے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگانِ خدا کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا‘ لیکن عام بندگانِ خدا کی نگاہوں میں اونچا ہوگا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا‘ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و حقیر ہو جائے گا اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا‘ لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔“

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بین المذاہب مکالمہ

گزشتہ ہفتہ اقوام متحدہ میں بین المذاہب مکالمہ کے عنوان سے ایک مذاکرے کا انعقاد ہوا، جس کی بین الاقوامی اہمیت کا اندازہ اِس اطلاع سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس میں 60 سے زائد سربراہان مملکت بذات خود شریک ہوئے۔ یہ اجلاس دو روز جاری رہا۔ امریکہ اور سعودی عرب کی حیثیت میزبان کی تھی۔ خیال کیا جاتا ہے اُن ہی کی خواہش پر اِس تقریب کا انعقاد ہوا۔ ہماری رائے میں مکالمہ کی خواہش کا اظہار اگر بدترین دشمن کی طرف سے بھی ہو تو اُسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بین المذاہب مکالمہ میں ہمارا موقف کیا ہونا چاہیے خود اللہ رب العزت نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 64 میں طے کر دیا کہ ”کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! تمہیں دعوتِ عام ہے کہ آؤ اُس کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ربوبیت کا سزاوار سمجھے۔ اگر وہ روگردانی کریں تو انہیں کہہ دیجیے کہ تم اِس حقیقت کاملہ کے گواہ ہو کہ ہم اپنے اللہ ہی کے فرمان بردار ہیں۔“

اگرچہ ظاہری طور پر سعودی عرب اور امریکہ کی طرف سے اِس مذاکرے کا مشترکہ طور پر اہتمام کیا گیا تھا، لیکن اِس کا اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے منعقد ہو جانا اور اتنی اہمیت اختیار کرنا کہ 60 سربراہان مملکت اُس میں شامل ہوں اور باقی ممالک کے اعلیٰ اختیاراتی وفود، شریک ہوں یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ خالصتاً امریکی اشارے پر منعقد کیا گیا اور سعودی عرب کو اِس لیے ساتھ ملایا گیا تا کہ مسلمان ممالک خصوصاً اُن کے عوام اِس مذاکرے کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ امریکہ کی اصل خواہش یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں وہ لوگ جو امریکہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی عالمی بالادستی کے خلاف ہیں انہیں تنہا کر دیا جائے اور مسلمانوں میں بھی انہیں اجنبی بنا دیا جائے، اِسی لیے وہ اُن کے لئے مختلف اصطلاحیں گھڑتا رہتا ہے مثلاً انتہا پسند جہادی، شدت پسند، عسکریت پسند وغیرہ وغیرہ، اور مسلمان ممالک کی خود ساختہ قیادتوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ ثابت کیا جا سکے کہ اصل اور حقیقی مسلمان تو دوسرے مذاہب کے ساتھ مل کر امن و چین سے رہنا چاہتے ہیں، لیکن کچھ فسادی قسم کے لوگ ہیں جو عالمی امن کو غارت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات نوٹ کی جانی چاہیے کہ اسلامی نظام کے قیام کے خواہش مند مسلمانوں کے لئے اب مذکورہ بالا اصطلاحات کے علاوہ ”فسادی“ کی اصطلاح بھی کچھ عرصہ سے استعمال ہو رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر امریکہ عالمی امن اور مذاہب کے مابین امن و یکجہتی کا اتنا ہی خواہش مند تھا تو اُس نے نائن الیون کے فوری بعد دنیا کو جنگ کی آگ میں جھونکنے کی بجائے، اُس وقت ایسی کانفرنس اور مکالمہ کی محفل منعقد کیوں نہ کی۔ بش نے اِس مذاکرے میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں ایک مذہبی آدمی ہوں اور میرا سارا خاندان بڑی باقاعدگی سے چرچ جاتا ہے۔ اِس حوالہ سے بھی امریکی صدر کا رویہ اپنے مذہب کے صریحاً خلاف ہے۔ عیسائیت کا تقاضا ہے کہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال سامنے کر دو، جبکہ وہ دوسرے ممالک پر حملہ کرنے کے لئے Pre-empt کا فلسفہ گھڑتے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ عالم کفر اسلحہ کی زبان استعمال کرے یا میٹھی میٹھی چکنی چپڑی باتیں کرے، ہر دو انداز میں وہ عالم اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں یا امت مسلمہ کو ایک غیر موثر، مغلوب اور غلام قوم کی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔ افغانستان پر حملہ کے حوالہ سے ہی دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ باقی تمام وجوہات ثانوی تھیں، حملہ کی اصل وجہ یہ تھی کہ امریکہ نے محسوس کیا تھا کہ اگر افغانستان میں اسلامی نظام جڑ پکڑ گیا اور اِس کے ثمرات افغانستان میں ظاہر ہو گئے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ بقیہ عالم اسلام بھی اسے اپنانے کی جدوجہد کرے گا۔ اور مسلمان ممالک (باقی صفحہ نمبر 7 پر)

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — شمارہ 45
20 تا 26 نومبر 2008ء
21 تا 27 ذوالقعدہ 1429ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300/روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جاوید کے نام

[لندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط آنے پر]

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر! نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر!
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر!
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر!
میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر مرے ثمر سے مَئے لالہ فام پیدا کر!
مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے!
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

پانچ اشعار پر مشتمل یہ انتہائی بلیغ نظم اقبال نے اُس خط کے جواب میں لکھی، جو اُن کے فرزند جاوید نے اپنے والد کے نام تحریر کیا تھا۔ یہ جاوید کے ہاتھ کا لکھا ہُوا پہلا خط تھا جو اقبال کو لندن میں موصول ہُوا۔ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ بظاہر یہ نظم انہوں نے بیٹے کے نام ہی لکھی ہے، لیکن بغور دیکھا جائے تو وہ اس میں ملتِ اسلامیہ کے تمام نوجوانوں سے خطاب کر رہے ہیں۔

1۔ کہتے ہیں کہ اے جاوید! اگر اللہ تعالیٰ تجھے توفیق عطا فرمائے تو اُس کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر کے حیاتِ جاوداں حاصل کر لے۔ اگر تُو نے یہ راستہ اختیار کر لیا تو یقیناً تجھ میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ تُو دنیا میں انقلاب برپا کر دے گا۔

2۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھے مطالعۂ فطرت کا ذوق عطا کرے تو تجھے لالہ و گل سے اُس کی ہستی کا ثبوت مل سکتا ہے۔ ''سکوتِ لالہ و گل سے کلام'' میں صنعتِ تضاد پائی جاتی ہے، اور یہ ایک دلکش انداز ہے، یہ بات کہنے کا کہ اگرچہ لالہ و گل زبان نہیں رکھتے اور خاموش رہتے ہیں، لیکن اگر کوئی فطرت شناس اُن کی بناوٹ پر غور کرے تو وہ اپنے تکلم یعنی زبانِ حال سے خالقِ کائنات کے وجود پر گواہی دیں گے۔

3۔ ''شیشہ گرانِ فرنگ'' سے یورپ کی وہ قومیں مُراد ہیں جو عیاری اور مکاری میں شہرت رکھتی ہیں۔ شیشہ گر کے لغوی معنی ہیں، کانچ کے برتن بنانے والا۔ اقبال نے یہ لفظ اقوامِ مغرب کے لیے استعمال کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان قوموں کے اصولِ زندگی پائیدار نہیں ہیں۔ نیز اُن کے معاہدے شیشے کے برتنوں کی طرح کمزور اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اُن کے علوم و فنون اور خیالات میں بھی پختگی اور افادیت نہیں پائی جاتی۔ غرضیکہ اقبال کی یہ اصطلاح اقوامِ مغرب کی پوری زندگی پر صادق آتی ہے۔ ''احسان نہ اٹھانے'' سے اقبال کی مُراد یہ ہے کہ اُن کی تہذیب اور اُن کی معاشرت اختیار نہ کرو۔ اُن کے افکار اور خیالات کو قبول مت کرو۔ جو علوم و فنون انہوں نے ایجاد کیے ہیں، اُن کو بے شک حاصل کر سکتے ہو، لیکن ان اقوام کی تقلید مت کرو۔

دوسرے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وطن سے اور اپنی تہذیب سے محبت کرو۔

4۔ اقبال نے اپنے آپ کو انگور کی بیل سے، اور اپنے کلام کو خوشۂ انگور سے تشبیہ دی ہے، اور اپنے فرزند جاوید اقبال کی وساطت سے نوجوانانِ ملّت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اِس خوشے سے ''مَئے لالہ فام'' پیدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ میرے کلام کے مطالعے سے اپنے اندر دینی و ملّی شعور پیدا کرو۔

5۔ یہ شعر اِس نظم کی جان ہے، بلکہ اقبال کے پورے فلسفے کی رُوح ہے۔ غور سے دیکھو تو اُن کا پیغام اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنی خودی کو کسی قیمت پر فروخت نہ کرو۔

خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے اِس مصرع میں قوموں کے عروج کا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔ وہ قوم دنیا میں کبھی سربلند نہیں ہو سکتی جس کے افراد خود فروشی کے مرض میں مبتلا ہوں، خود فروشی غلامی کی تمہید ہے۔ اسی لیے اقبال نے ہمیں متنبہ کر دیا ہے:

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

✿✿✿✿✿

زلزلے کیوں آتے ہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں ایک فکر انگیز جائزہ

(II)

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد امیر محترم نے گزشتہ جمعہ کے بیان کا خلاصہ بیان کیا۔ بعد ازاں موضوع زیر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے گویا ہوئے:

حضرات! علامات قیامت کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی جس حدیث کا ہم نے مطالعہ کیا' یہ ہمارے لیے وارننگ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ یہ ایک آئینہ ہے' جس میں بحیثیت مسلمان ہمیں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ زلزلے کیوں آنے لگے ہیں۔

جیسا کہ واضح کیا گیا کہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ بڑے عذاب دینے سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے' تاکہ جو لوگ مدہوش ہیں' وہ ہوش میں آجائیں' اور اللہ کی طرف رجوع کر لیں' اُس ہدایت کی طرف پلٹ آئیں جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے انسانیت کو عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمت مسلمہ بنی اسرائیل پر اُس کے جرائم کی پاداش میں عذاب نازل کیے۔ ان پر ذلت و رسوائی مسلط کی' اور انہیں اپنے غضب میں گھیرا (بحوالہ سورۃ البقرۃ:61)۔ اللہ کے نبیؐ نے ہمیں متنبہ فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر بھی عذاب آئے گا۔ اور آپؐ نے اس کی وجہ بھی بتا دی کہ تم دنیا پرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے' اور یہ حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنَ فَقَالَ قَائِلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَھْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ)) (ابوداؤد' کتاب الملاحم)

''عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کے لیے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور (پھر وہ سب مل جل کر) دھاوا بول دیں گی' جیسا کہ بہت سے کھانے والے افراد ایک دوسرے کو بلا کر دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا' حضورؐ! کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں' بلکہ اس وقت تم تعداد میں کثیر ہوگے' لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی' اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور تمہارے دل ''وَھن'' کا شکار ہو جائیں گے۔'' کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! ''وَھن'' کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت''۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دشمن مسلمانوں پر اس طرح ایک دوسرے کو ٹوٹ پڑنے کو کہیں گے' جیسے کوئی دوسرے کو دستر خوان پر بلاتا ہے' کہ آیئے تناول فرمایئے۔ صحابہؓ نے جب سوال کیا کہ کیا اس کی وجہ ہماری قلت تعداد ہوگی' تو آپؐ نے اسی کی نفی فرما دی اور واضح فرمایا کہ اس کا سبب تعداد کی کمی نہیں ہوگی' بلکہ یہ کہ دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا' تمہارا کوئی خوف باقی نہیں رہے گا۔ ذرا غور کیجئے' آج ہماری بے وقعتی اور بے توقیری کا کیا عالم ہے۔ صلیبی اور صیہونی ٹولے نے کچھ عرصہ پہلے توہین رسالت پر مبنی گستاخانہ کارٹون بنائے۔ جنہیں یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے اخبارات میں شائع کیا گیا۔ اس پر ہم مسلمانوں نے احتجاج کیا' لیکن ہمارے اس احتجاج کو پرکاہ کے برابر حیثیت بھی نہیں دی گئی۔ برطانیہ نے ملعون سلمان رشدی کو سر کا خطاب دیا۔ ہمارے تمام تر احتجاج کے باوجود انہوں نے یہ خطاب واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح ہالینڈ میں توہین قرآن پر مبنی فلم بنائی گئی۔ اس پر بھی ہماری جانب سے صدائے احتجاج بلند کی گئی مگر یہ صدا بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اس سے واضح ہے کہ دشمن کے دلوں میں ہمارا رعب باقی نہیں رہا' ہم دنیا کی نگاہ میں بے حیثیت اور بے توقیر ہو گئے ہیں' باوجودیکہ ہم دنیا کی آبادی کا ڈیڑھ ارب ہیں۔ اور آپؐ نے مزید فرمایا کہ تمہارے اندر وھن کی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ جب اس کی تفصیل پوچھی گئی تو آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کی محبت اور موت سے خوف کی وجہ سے ہوگا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی محبت نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے۔ یہی اصل بیماری ہے' جس سے وجود ملت غیروں کے رحم و کرم پر ہے۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تم نے دنیا پرستی سے اجتناب کرنا ہے' تمہیں دنیا میں ایسے زندگی بسر کرنی ہے' جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر دوران سفر وقت کاٹتا ہے' کہ وہ کھاتا پیتا ہے' لیکن راستے کو کبھی اپنی منزل نہیں سمجھتا۔ ہمیں تو شہادت علی الناس کا عظیم مشن دیا گیا تھا۔ چاہیے تھا کہ اس مشن کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کر دیتے' اس راہ میں اپنی جان' مال اور اوقات کا انفاق کرتے' مگر افسوس کہ ہم نے اس عظیم مشن کو بھلا دیا' اور غیروں کی طرح دنیا کے پجاری بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شان و شوکت' عزت و اکرام' اور رفعت و سربلندی سے محروم ہو کر اغیار کی فکری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیے گئے۔ ورنہ اگر ہم ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے تو ضرور سربلندی اور رفعت سے ہمکنار ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران میں فرمایا: ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور تم ہی غالب ہو گے اگر مومن ہوئے۔''

ایک حدیث جامع ترمذی میں ہے جس کے راوی حضرت حذیفہؓ ہیں۔ اس میں بھی واضح فرمایا گیا کہ اگر مسلمان اپنے مشن کو چھوڑ دیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا' اور پھر وہ اس عذاب سے نجات کی دعائیں

مانگیں گے، مگر وہ قبول نہیں ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَامُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْلَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عِقَابًا مِّنْہُ ثُمَّ تَدْعُوْنَہٗ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ)) (رواہ الترمذی)

’’اس ذات کی قسم جس کا میری جان پر قبضہ ہے۔ (ایسا ہو کر رہے گا کہ) یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کرتے رہو گے۔ ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تم کو اپنے عتاب میں جکڑ لے گا، پھر تم اسے پکارو گے۔ دعائیں کرو گے! مگر وہ نہ تمہاری پکار سنے گا، نہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔‘‘

یعنی مسلمانوں کا مشن امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور لوگوں پر دینِ حق کی گواہی دینا ہے۔ انہیں معاشرے میں نیکی اور خیر کے علمبردار بن کر کھڑے ہونا ہے' برائی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنا ہے، برائی کے خلاف زبان سے بھی جہاد کرنا ہے اور جب قوت میسر آ جائے تو طاقت کے ساتھ اس کا استیصال کرنا ہے۔ ذرا دیکھئے دورِ نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں کس طور سے برائیوں اور منکرات کا خاتمہ کیا گیا۔ سب سے بڑا منکر تو ملوکیت کا جابرانہ استحصالی نظام تھا' جس کے ظلم کی چکی میں لوگ پس رہے تھے۔ اس ظالمانہ نظام کا خاتمہ کر کے دنیا کے بہت بڑے حصے پر اسلامی نظام قائم کیا گیا' جس سے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات ملی۔ یہ مشن کل بھی عظیم قربانیوں اور جاں گسل جدوجہد سے پورا ہوا تھا' آج بھی ہمیں اس کی تکمیل کے لیے بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی' ورنہ ازروئے حدیث اس سے غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب آئے گا۔ آج جو زلزلے اور ارضی وسماوی آفات ہم پر آ رہی ہیں' ان کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے، اور ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ دنیا اور دولت پرستی کو چھوڑ کر اپنے عظیم مشن کی بجا آوری کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔

یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو زلزلے آتے ہیں، اس میں اکثر عوام پستے ہیں' اصل مجرم بچ جاتے ہیں۔ تو یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ضابطہ ہے، کہ جب بحیثیت مجموعی کسی قوم کی بداعمالیوں اور غلط کاریوں کی وجہ سے اُس پر عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں ہر طرح کے لوگ آ جایا کرتے ہیں۔ یہ عذاب عام ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً﴾ (الانفال:25)

’’اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہیں

پریس ریلیز — 17 نومبر 2008ء

اسلامی نظریاتی کونسل کی نکاح وطلاق کے قواعد کے بارے میں حالیہ سفارشات غیر شرعی اور خلافِ اسلام ہیں

حافظ عاکف سعید

تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں اس امر کا خیر مقدم کیا ہے کہ علماء کرام نے اسلامی نظریاتی کونسل کی نکاح وطلاق کے قواعد کے بارے میں حالیہ سفارشات کو غیر شرعی قرار دے کر انہیں مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک حیرتناک بات ہے کہ جس ادارے کو ملک میں جاری قوانین میں غیر شرعی امور کو ختم کر کے انہیں شریعت کے دائرہ میں لانے کے لئے سفارشات کی تیاری کے لیے قائم کیا گیا تھا وہ ایسی سفارشات پیش کر رہا ہے جو تمام معروف مکاتب فکر کے مستند علماء کرام کے نزدیک صریحاً غیر شرعی اور خلاف اسلام ہیں۔ اگر ہماری حکومت فی الواقع ملک میں اسلام اور قوانین شریعت کے نفاذ کے حوالے سے مخلص ہے تو اسے فی الفور اسلامی نظریاتی کونسل سے اُن عناصر کا اخراج کرنا چاہئے جو قرآن وسنت کی 14 سو سال سے رائج تشریحات کو یکسر نظر انداز کر کے آج کے مادہ پرستانہ دور کے سیکولر اور لبرل خیالات کے زیر اثر دین کی ایک نئی تشریح وتعبیر چاہتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں معروف مکاتب فکر کے مستند علماء ہی کو شامل کیا جانا چاہیے تاکہ اِس ملک میں حقیقی اسلام کے نفاذ کے حوالے سے میدان ہموار کیا جا سکے۔

پریس ریلیز — 14 نومبر 2008ء

باجوڑ ایجنسی اور سوات میں فوجی کارروائیاں فی الفور ختم کی جائیں اور امریکی حملوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے

دنیا میں اسلام اور دہشت گردی کو مترادف الفاظ قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ’’امریکہ‘‘ ہے جو عراق اور افغانستان میں نہ صرف خود ننگی جارحیت کا مظاہرہ کر رہا ہے بلکہ فلسطین میں مسلمانوں کے خلاف اسرائیل کی بربریت کو بھی امریکی پشت پناہی حاصل ہے۔ جبکہ اس ننگی دہشت گردی اور ظلم وبے انصافی کے جواب میں مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں وہ محض اپنا دفاع اور کسی قدر ردِّعمل کا اظہار ہے۔ دوسری طرف بین الاقوامی سطح پر اقوامِ متحدہ کے تحت منعقدہ بین المذاہب کانفرنس کے ذریعے عالمی طاقتیں شاید یہ تاثر دینا چاہتی ہیں کہ وہ اسلام کی خیر خواہ ہیں اور دنیا میں امن وامان کی خواہاں ہیں۔ جبکہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور یہود ونصاریٰ ابلیس کے ایجنٹ کا رول ادا کرتے ہوئے دنیا میں فتنہ وفساد اور اللہ سے بغاوت کے نظام کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بدقسمتی سے سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ اس بات پر زور دے کر کہ ہمیں دہشت گردی کے خلاف متحد ہونا چاہیے گویا اس الزام کی بالواسطہ توثیق کر رہے ہیں کہ مسلمان ہی اصل میں دہشت گرد ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام میں اپنے خطاب جمعہ میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن عناصر دہشت گردی کی جو تعریف کرتے ہیں اور جس کو وہ دہشت گرد قرار دیتے ہیں ہمارے عاقبت نااندیش حکمران اسے من وعن تسلیم کر لیتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جس ملک کی معاشی حالت سنبھالنے کے لیے اپنی شرائط پر قرضے جاری کرتے ہیں، اسے دیوالیہ بنا کر چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اہم ترین چیز ان کے اپنے مفادات ہوتے ہیں اور یہودی، اسلام اور مسلمانوں کے حقیقی دشمن ہیں، انہوں نے مطالبہ کیا کہ قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیاں فی الفور ختم کی جائیں اور امریکی مداخلت کو نہ صرف روکا جائے بلکہ اس کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس حوالے سے پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد کے باوجود حکومت کا اس پر عمل نہ کرنا بلکہ امریکی ایجنڈے کو پوری قوت سے آگے بڑھانا نہایت سنگین معاملہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے خلاف سٹینڈ لینے کے لیے ایمانی قوت کی ضرورت ہے جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں مفقود ہے۔ (جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گناہ گار ہیں (بلکہ سب لوگ اِس کی لپیٹ میں آجائیں گے)۔"

یہ نہ سمجھئے کہ (معاذ اللہ) یہ اللہ کی جانب سے ناانصافی ہے۔ اللہ ہرگز ناانصافی نہیں کرتا۔ دیکھئے ہمارے ملک میں 63 سال گزرنے کے باوجود اسلامی نظام قائم نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ اس میں بڑے مجرم تو وہ لوگ ہیں جو اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتے رہے، اور اِس کے باوجود نفاذِ اسلام سے پہلوتہی کرتے رہے، مگر عام لوگوں کو بھی اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا' اس لیے کہ انہوں نے بھی غلط نظام کے خاتمے کی جدوجہد نہیں کی' اور اللہ کا ضابطہ یہ ہے کہ عذابِ عام سے اگر کسی کو بچاتا ہے تو صرف ان لوگوں کو جو نہ صرف خود جرائم اور گناہ میں ملوث نہ ہوتے ہوں' بلکہ دوسروں کو بھی اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہوں۔ یعنی جو امر بالمعروف نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس کا اپنا فریضہ اور مشن ادا کر رہے ہوں۔

چنانچہ سورۃ الاعراف میں بنی اسرائیل کی ایک گناہگار بستی اور اس پر آنے والے عذاب کے تذکرہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کے عذاب سے صرف وہی لوگ محفوظ رہے جو دوسروں کو گناہ و سرکشی سے منع کیا کرتے تھے۔ فرمایا:

﴿وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿١٦٦﴾﴾

"اور اُن سے اُس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لبِ دریا واقع تھا۔ جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اُس وقت کہ اُن کے ہفتے کے دن مچھلیاں اُن کے سامنے پانی کے اُوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اسی طرح ہم اُن لوگوں کو اُن کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے۔ اور جب اُن میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے تو اُنہوں نے کہا اس لیے کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کرسکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔ جب اُنہوں نے اِن باتوں کو فراموش کردیا جن کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے اُن کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے اُن کو بُرے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کیے جاتے تھے۔ غرض جن اعمال (بد) سے اُن کو منع کیا گیا تھا جب وہ اُن (پر اصرار اور ہمارے حکم) سے گردن کشی کرنے لگے تو ہم نے اُن کو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہوجاؤ۔"

اگر ہمارے حکمران بے دینی اور سیکولرازم کو عام کرتے ہیں' لبرل ازم کی اشاعت کرتے ہیں' شیطانی تہذیب کو فروغ دیتے ہیں' تو اس میں قصور ہمارا بھی ہے۔ بحیثیت قوم ہم بھی تو ان چیزوں میں ملوث ہیں' اور ملوث نہ بھی ہوں' تو دوسروں کو ان برائیوں اور منکرات سے نہیں روکتے، اس باطل نظام کے خاتمے کے لیے کوششیں نہیں کرتے۔ بالالفاظ دیگر حکمرانوں کی طرح ہم بھی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر منکرات اور دنیا پرستی میں مبتلا ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مؤمن کا دیں

قوم کی عظیم اکثریت کا جائزہ لیجیے کہ وہ کس حال میں ہے۔ شاید ہزار میں چند آدمی مل جائیں، جو شعور و ادراک رکھتے اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر کمربستہ ہوں۔ اس کے علاوہ پوری قوم کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں، اپنے مشن کی ادائیگی تو کجا، دین کو سیکھنے قرآن وسنت کی تعلیمات سے آگاہی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے......

یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آزاد کشمیر اور ہزارہ کے بعض علاقوں میں چند سال قبل زلزلہ آیا تو وہاں کی دینی حالت بھی بہت ابتر تھی۔ وہاں بھی ڈش ہر علاقے میں پہنچا ہوا ہے جس کے تحت ہر جگہ بے حیائی، فحاشی، اور مغربی اور ہندوانہ کلچر کی گندگی پھیل رہی ہے۔ میں خود وہاں دیکھ کر آیا ہوں کہ مسجدوں کی دکانوں میں' ویڈیو شاپس موجود ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہو تو اللہ کا عذاب کیوں نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یہ عذاب جگانے کے لیے بھیجتا ہے' تاکہ وہ جاگ جائیں۔ البتہ عذابِ عام میں جو بے گناہ لوگ مرجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت انہیں compensation دے دے گا۔ ہمیں آخرت پر پختہ یقین رکھنا چاہیے جو اصل دارالجزاء ہے۔ (تلخیص: محبوب الحق عاجز)

✿✿✿✿✿

بقیہ: اداریہ

سرمایہ داری نظام کے چنگل سے نکل جائیں گے۔ بہرحال ہمیں کسی ایسے مکالمے میں داعی کی حیثیت سے شرکت کرنی چاہیے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 64 کو بنیاد بنا کر عالم کفر کے سامنے اپنی دعوت رکھنی چاہیے جو کسی بھی صورت میں بش اور براؤن جیسے دشمنانِ اسلام قبول نہیں کریں گے۔ تب ہمیں آخری مرحلے میں اُن کے سامنے سورۃ الکافرون رکھنی چاہیے "(اے پیغمبر! ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو اُن کو میں نہیں پوجتا اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں، اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر، میں اپنے دین پر۔" دلچسپ صورتِ حال یہ ہے کہ لبرل اسلام کے جدید داعیان نے سورۃ الکافرون کو بھی مقصد براری کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے جیسے اِس سے اللہ کی یہ مرضی ظاہر ہو رہی ہے کہ جو جس کی بندگی کر رہا ہے، کرتا رہے، دوسرے کو اِس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ سورت غیر اللہ کی بندگی کرنے والوں سے کھلا اعلانِ برأت کر رہی ہے اور دینِ اسلام کے علاوہ تمام مذاہب سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے۔ یہ سورت عالم کفر اور عالم اسلام کے راستے الگ کرتی ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 110 اُن کی بہترین امت ہونے کی وجہ ہی یہ بتاتی ہے کہ وہ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔ اِس فریضہ کی ادائیگی کرتے ہوئے مصلحت کا کوئی راستہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں ایسی کسی بین المذاہب کانفرنس میں دینِ اسلام کی دعوت پیش کرنے سے جھجکنا نہیں چاہیے۔ ہمارے جو نام نہاد قائدین نظام اسلام کے حوالہ سے مدافعانہ یا معذرت خوانہ رویہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں حقیقت میں وہ مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ وہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ پہلے کسی کا اقتدار دائمی تھا نہ مستقبل میں ہوسکے گا۔ حقیقی اور ابدی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے باغیوں کو بالآخر ہلاک ہونا ہے۔ یہی اُن کا مقدر ہے۔

✿✿✿✿✿

تنظیم اسلامی

تحریکِ اقامتِ دین کے "سلسلۃ الذہب" کی ایک کڑی!

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی خصوصی تحریر

(1)

- اسلام آفاقی دین ہے۔ اس لیے کہ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کے مطابق پوری کائنات پر اللہ کی تکوینی حکومت قائم ہے' اور ﴿لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ کے مطابق آسمانوں اور زمین کی ہر شے تکوینی طور پر اس کے سامنے سرِ تسلیم و اطاعت خم کیے ہوئے ہے!
- اللہ نے آدم اور اس کی اولاد کو زمین کی خلافت عطا فرمائی تا کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی تشریعی حکومت یعنی نظامِ خلافت قائم کریں!
- ساتھ ہی خلق کی ہدایت کے لیے نبوت اور رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔۔۔ جو ہزاروں سال پر محیط ارتقائی عمل سے گزر کر بالآخر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر و مبارک پر نبوت و رسالت دونوں کے نقطۂ عروج اور مرتبہ کمال کو پہنچ جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا!
- تکمیل نبوت کا مظہر یہ تھا کہ آپؐ پر دین حق کی بھی تکمیل ہو گئی ﴿اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ اور نعمتِ ہدایت کا بھی اتمام ہو گیا ﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾۔۔۔ اور رسالت کی تکمیل کا مظہر یہ تھا آپؐ نے نہ صرف یہ کہ دینِ حق کی تبلیغ و دعوت کا حق بہ تمام و کمال ادا کر دیا بلکہ دینِ حق یعنی اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کو ایک جانب اللہ کی نصرت و تائید اور دوسری جانب اپنی اور اپنے صحابہؓ پر مشتمل "حِزْبُ اللّٰه" (سورۂ مائدہ اور سورۂ مجادلہ) کی عظیم انقلابی جدوجہد کے ذریعے عرب کے وسیع و عریض جزیرہ نما میں بالفعل قائم کر کے گویا اللہ کی حکومت اور بنی آدم کی خلافت برپا کر دی! فصلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔ وفداہ اباءُ نا و امّھٰتنا!!
- آپؐ کے انتقال کے بعد نہایت قلیل عرصہ میں آپؐ کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کا نظام قائم کر دیا۔۔۔ جس کی یاد تا حال نوعِ انسانی کی اجتماعی یادداشت میں ایک حسین خواب کی یاد کے مانند محفوظ ہے!
- اس کے بعد ایک یہودی (عبد اللہ ابن سبا) کی سازش کے نتیجے میں مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی پیدا ہو گئی۔۔۔ جس کے نتیجے میں توسیعِ خلافت کا جو سیلاب پوری تیزی و تندی کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیل رہا تھا وہ اس داخلی اور باطنی سبوتاژ (SABOTAGE) کی بنا پر رُک گیا اور "الفتنۃ الکبریٰ" کے خاتمے کے چند سالوں بعد جب اس سیلاب نے دوبارہ آگے بڑھنا شروع کیا تو اب یہ توسیع "خلافتِ راشدہ" یا "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کی نہیں تھی بلکہ مجرد "خلافت" بمعنی حکومت بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں "عرب امپیریلزم" کی تھی!۔۔۔ جو عربوں کے زوال کے بعد ترکانِ سلجوقی' ترکانِ تیموری' ترکانِ صفوی اور ترکانِ عثمانی کی بادشاہتوں میں تبدیل ہو گئی!
- تاہم اس "مُلْكًا عَاضًّا" کے دور میں بھی لگ بھگ ایک ہزار برس تک اگرچہ اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کی عمارت کی سب سے اونچی منزل تو گر گئی تھی یعنی حکومت ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ کی بجائے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے مصداق کسی طاقتور قبائلی عصبیت پر مبنی موروثی بادشاہت کی صورت اختیار کر گئی تھی۔۔۔ لیکن نظامِ معاشرت اور معیشت سے متعلق احکامِ شریعت بہت حد تک نافذ ہوتے رہے۔۔۔ اور قضاء اور افتاء کے مناصب برقرار رہے۔۔۔!
- تا آنکہ یورپی استعمار کے سیلاب نے اس عظیم عمارت کی مزید منزلیں بھی زمیں بوس کر دیں۔۔۔ اور اسلام بالفعل صرف عقائد' عبادات' کچھ معاشرتی رسومات اور زیادہ سے زیادہ عائلی قوانین تک محدود ہو کر رہ گیا۔۔۔ اور رفتہ رفتہ اس نے "دین" کی بجائے صرف "مذہب" کی حیثیت اختیار کر لی۔۔۔ اور اس "مُلْكًا جَبْرِيًّا" کے دور میں مسلمانوں کے عوام ہی نہیں علماء نے بھی عملاً خواہ "طَوْعًا" خواہ "كَرْهًا" اسلام کے اس محدود تصور کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی اختیار کر لی۔ جس پر علامہ اقبال نے ؏ "نوا را تلخ ترمی زن چوں ذوقِ نغمہ کم یابی" کے مصداق یہ پھبتی چست کی کہ ؎ "مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت۔ ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!"۔

(2)

- بیسویں صدی کے آغاز ہی میں ۔۔ جبکہ مغربی استعمار کا سورج ابھی نصف النہار پر چمک رہا تھا تقریباً پورے عالمِ اسلام میں ـــــ اسلام کو "مذہب" کی سطح سے اٹھا کر ازسرِنو "دین" کے مقام پر فائز کرنے کی ذہنی و فکری مساعی ـــــ اور "اقامتِ دین" کی عملی جدوجہد کا آغاز ہو گیا تھا۔ جسے لامحالہ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ کے مصداق لازماً طویل تدریجی مراحل سے گزرنا تھا! ـــــ تاہم جیسے ہی گزشتہ صدی کے وسط میں یورپی سامراج کا بستر تہہ ہونا شروع ہوا ان مساعی میں بھی شدت پیدا ہوتی چلی گئی!
- برعظیم پاک و ہند میں ان مساعی کے "سلسلۃ الذھب" (سنہری زنجیر) کی پہلی کڑی علامہ اقبال مرحوم تھے ـــــ جنہوں نے ایک جانب مغربی فلسفہ و فکر اور تہذیب و ثقافت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھرپور اعتماد کے ساتھ چیلنج کیا۔ دوسری جانب اسلام کے کامل "دین" ہونے کے تصور کو زندہ کیا اور خوشخبری دی کہ دینِ حق دوبارہ دنیا میں عملاً قائم ہو گا۔ اور تیسری جانب 1970ء میں پورے عزم بالجزم کے ساتھ ایک عملی تحریک کے آغاز اور اس کے لیے ایک نئے قافلے کی تشکیل کے ارادے کا اظہار کیا ـــــ بقول ان کے:

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا
سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا

لیکن یہ واقعہ ہے کہ حضرت علامہ فکر کے تو نہایت بلند مقام اور مرتبے پر فائز تھے لیکن اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے "مردِ میدان" نہیں تھے ـــــ لہٰذا وہ "اِحیائے دین" اور قیام و نفاذِ دینِ حق کے لیے کوئی جماعت (ان کے اپنے الفاظ میں کاروان یا قافلہ) تو نہ بنا سکے البتہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد کو فکری بنیاد بھی فراہم کر دی اور اس کے لیے موجود الوقت حالات کے اعتبار سے موزوں ترین شخصیت کو قائدانہ کردار ادا کرنے پر آمادہ کر کے ایک بدلی ہوئی صورت میں "ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی" کا وہ کام بہر حال سرانجام دے دیا جو تین سو سال قبل حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے سرانجام دیا تھا!

- تاہم اقبال کا وہ نعرۂ مستانہ (جس کا اندازہ ان دو اشعار سے ہو سکتا ہے جو اوپر درج کیے گئے!) اور ان کی ملی شاعری کی گھن گرج ہوا میں تحلیل ہو جانے والی نہیں تھی چنانچہ اسی کی صدائے بازگشت کے طور پر منظرِ عام پر آئے "الہلال" اور "البلاغ" والے مولانا ابوالکلام آزاد جنہوں نے 1913ء میں "حکومتِ الٰہیہ" کے قیام کا نعرہ لگا کر اس کے لیے عملی جدوجہد کی خاطر بیعت کی مسنون بنیاد پر "حزب اللہ" کا قافلہ تشکیل دے دیا ـــــ تاہم اس کے باوجود کہ انہیں وقت کے "شیخ الہند" (اور میرے نزدیک چودھویں صدی کے مجددِ اعظم) مولانا محمود حسنؒ (اسیرِ مالٹا) کی تائید و حمایت بھی حاصل ہو گئی تھی ـــــ تاہم ان کے اپنے قول کے مطابق وہ علمائے اسلام کی عمومی تقلید جامد اور جمودِ مطلق سے مایوس ہو کر میدان چھوڑ گئے ـــــ اور نومبر 1920ء کے جمعیت علماءِ ہند کے دوسرے کل ہند اجلاس کے کچھ عرصے بعد انہوں نے حزب اللہ کی بساط لپیٹ دی اور آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل ہو کر اپنے آپ کو آزادیٔ ہند کی تحریک کے لیے وقف کر دیا۔ (اس کے بعد کے ابوالکلام اور ان کے طرزِ عمل اور افکار و خیالات سے ہمیں اس وقت کوئی بحث نہیں ہے!)
- اس کے لگ بھگ بیس سال بعد 41-1940ء میں اس سلسلۃ الذھب کی تیسری کڑی کے طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سامنے آئے جنہوں نے ـــــ ایک جانب علامہ اقبال کے مشن کو مزید آگے بڑھایا یعنی اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم سے پیدا شدہ مسائل کے ضمن میں پورے اعتماد اور بھرپور عقلی استدلال کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں اسلام کا دفاع کیا۔ اور ساتھ ہی اقبال کے ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں پیش کردہ "مسلم قومیت" کے نظریے کی نہایت سلیس، عام فہم اور دلنشیں پیرائے میں تائید اور توضیح کی ـــــ اور دوسری جانب مولانا آزاد کے ترک کردہ مشن کو ازسرِنو تازہ کیا اور 1941ء میں "حکومتِ الٰہیہ" کے قیام ہی کے "نصب العین" کے لیے جدوجہد کی خاطر جماعتِ اسلامی کے نام سے ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت قائم کر دی ـــــ اور پھر لگ بھگ دس سال تک مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد سے بالکل کنارہ کش رہتے ہوئے پوری توجہ اور کامل یکسوئی کے ساتھ اپنی تمام تر مساعی کو اس "حزب اللہ" کو ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ﴾ کے مصداق پروان چڑھانے پر مرکوز کر دیا! ـــــ لیکن افسوس! کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد پاکستان میں انہوں نے 1951ء میں ملکی انتخابات کے میدان میں داخل ہو کر اپنے آپ کو کشاکشِ اقتدار میں شریک کر لیا۔ جس کے نتیجے میں جماعتِ اسلامی نے ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت کی بجائے "اسلام پسند قومی سیاسی جماعت" کا روپ دھار لیا ـــــ اور اس طرح اس کی مکمل قلبِ ماہیت ہو گئی!!
- پھر اس کے چونتیس برس بعد 1975ء میں اس سلسلۃ الذھب کی چوتھی کڑی تنظیم اسلامی کے نام سے سامنے آئی جس کے ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ اس سنہری زنجیر کی پہلی تین کڑیوں کے مابین صرف معنوی ربط تھا کوئی شخصی یا عملی رشتہ نہیں تھا، چنانچہ نہ تو مولانا آزاد اور علامہ اقبال کے مابین کوئی عملی تنظیمی یا تحریکی تعلق تھا، نہ ہی مولانا مودودی اور مولانا آزاد کے مابین ایسا کوئی رشتہ موجود تھا اگرچہ ایک خفی ربط اس صورت میں موجود تھا کہ بعض ایسے حضرات جنہوں نے مولانا آزاد سے بیعت کر کے ان کی قائم کردہ "حزب اللہ" میں شمولیت اختیار کی تھی، انہوں نے ان کے معنوی انتقال (یعنی حزب اللہ کی بساط تہہ کر کے انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو جانے) کے بعد مولانا مودودی کی قائم کردہ "جماعت اسلامی" میں شرکت اختیار کر لی۔ ان میں سے چند اہم حضرات، جن سے میں واقف ہوں، مستری محمد صدیق، ملک نصر اللہ خان عزیز اور شیخ قمر الدین (مالک مکتبہ تعمیر انسانیت اور ناشر تفہیم القرآن)

تھے! اس کے برعکس تنظیم اسلامی کا مؤسس ایک ایسا شخص تھا جس نے اپنی نوجوانی اور جوانی کی عمر کے دس سال بھرپور فعال انداز میں تحریک جماعتِ اسلامی کی نظر کیے تھے! اور جو اپنا ذہنی و فکری رشتہ اعلانیہ طور پر علامہ اقبالؒ (1912ء تا 1920ء کے) مولانا آزاد اور (1941ء سے 1951ء تک کے) مولانا مودودی سے جوڑتا ہے (مزید برآں وہ مولانا آزاد کی وساطت سے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ بھی ایک معنوی تعلق کا مدّعی ہے!) ـــ اور اسے ہرگز کوئی باک نہیں ہے اس امر کے اعتراف میں کہ وہ ان تینوں کا ''خوشہ چین'' ہے!

ـــــــــ (3) ـــــــــ

- اس وقت تنظیم اسلامی کے قافلے کو سفر کا آغاز کیے 33 سال سے زائد یعنی ثلث صدی کا عرصہ گزر چکا ہے ـــ اس کے دوران میں اس کی رفتار ''طوفانی'' نہیں تاہم دھیمی لیکن مسلسل اور مستقل (slow but steady) ضرور رہی ہے ـــ اور اب یہ ایک دینی جماعت کی حیثیت سے منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ مزید برآں اللہ کے فضل و کرم سے اس ثلث صدی کے عرصے کے دوران میں نہ اس میں کوئی بڑی توڑ پھوڑ ہوئی ہے نہ کوئی قابل ذکر اکھاڑ پچھاڑ! اور اس پر اللہ کا سب سے بڑا فضل یہ ہوا ہے کہ اس نے اپنے دعوتی اسلوب، تنظیمی اساس، تربیت اور تزکیہ کے نظام اور انقلابی منہاج جملہ امور کے ضمن میں اپنے آپ کو سنّتِ رسول ﷺ سے نزدیک ترین کر لیا ہے۔ چنانچہ:

(1) انفرادی سطح پر اس کے رفقاء و کارکنان کا ''نصب العین'' صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے!

(2) اجتماعی سطح پر اس کی جدوجہد کا ہدف اور مقصود ''اقامتِ دین'' یعنی اللہ کے دین کو بہ تمام و کمال ایک مکمل نظامِ عدلِ اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ بہ مفہوم اللہ کی حکومت قائم کرنے ـــ اور نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نافذ کرنے کا ہے ـــ اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے!

(3) سنّتِ نبویؐ کے مطابق اس کی دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم ہے! (''یتلُوا علیھم ایٰتِہ'')

(4) اسی طرح اس کا طریق تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب اور تجلیۂ روح کا نظام بھی خانقاہی نہیں، بلکہ ''سلوکِ محمدیؐ'' پر مبنی ہے!

(5) اس کا تنظیمی ڈھانچہ ـــ ''بیعت سمع و طاعت'' کی منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر قائم ہے۔ چنانچہ اس میں شمولیت اختیار کرنے والے ہر شخص کا پہلا ''عہد'' اللہ سے ہوتا ہے کہ وہ خود اللہ کے دین پر قائم رہے گا اور اس کے دین کی اقامت کی جدوجہد (جہاد فی سبیل اللہ) میں تن من دھن صرف کرے گا ـــ اور دوسری ''بیعت'' امیر تنظیم اسلامی سے ہوتی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی اس عملی جدوجہد کے ضمن میں ان کے ساتھ ''سمع و طاعت فی المعروف'' کے بندھن میں بندھا رہے گا۔

(6) اس کا انقلابی منہاج پورے کا پورا سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہے صرف اس ایک اجتہاد کے ساتھ کہ اگر دعوت و تبلیغ، تربیت و تزکیہ اور تنظیم و توسیع کے جملہ امور میں سیرت النبیؐ کے مطابق جدوجہد کے نتیجے میں اللہ کے فضل و کرم سے معتدبہ تعداد میں لوگوں پر مشتمل ''حزب اللہ'' وجود میں آ جائے جو رائج الوقت نظام سے ٹکر لینے کی اہل ہو تو آخری ''حملے'' (putsch) کے طور پر مسلح تصادم (قتال فی سبیل اللہ) کی بجائے، اس لیے نہیں کہ وہ ''حرام'' ہے بلکہ اس لیے کہ بحالاتِ موجودہ وہ قابل عمل (feasible) نہیں ہے ـــ ایک غیر مسلح، پرامن اور منظم عوامی احتجاجی و مطالباتی تحریک یعنی mass movement کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

- تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے اس ثلث صدی کے دوران میں کبھی اپنے اصولی موقف سے سرِ مُو انحراف نہیں کیا۔ اور وقت کے بہتے دریا میں مختلف مواقع پر آنے والے اتار چڑھاؤ یا ملکی سیاست کے بدلتے ہوئے رنگوں سے ہرگز متاثر نہ ہوتے ہوئے اپنے اصل ہدف ـــ اور اس کے لیے نبویؐ منہاج پر اپنی توجہات کو مرکوز رکھا! ـــ صرف اس ایک اضافہ کے ساتھ کہ مختلف مواقع پر حدیث نبویؐ ''الدِّین النصیحۃ'' پر عمل کرتے ہوئے ''ائمّۃ المسلمین'' یعنی رہنمایانِ قوم اور کارپردازانِ حکومت کی خدمت میں مشورے پیش کیے جاتے رہے!

- بہر حال! ـــ اس ضمن میں جو بھی کچھ اب تک ہو سکا ہے وہ سب بھی سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہے، ـــ اور آئندہ بھی تنظیم کا سارا توکل و انحصار اسی کی نصرت و تائید پر ہے ـــ وابستگانِ تنظیم کا کام یہ ہے کہ جو ہدایت اللہ نے انہیں دی ہے اس پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اسی سے دعا گو رہیں کہ وہ انہیں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر فکر و نظر ـــ اور عمل و کردار ـــ ہر نوع کی ''کجی'' سے اپنی پناہ اور حفظ و امان میں رکھے ـــ یعنی: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا﴾ کے ساتھ ساتھ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ کو اپنا صبح و شام کا وظیفہ بنا لیں! ـــ اور یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھیں کہ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارضی پر اللہ کی حکومت یا نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہو کر رہے گا تاہم ان کی ذاتی نجات و فلاح کا تعلق اس امر کے ساتھ ہرگز نہیں ہے کہ ان کی جدوجہد ان کی زندگی ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہو بلکہ صرف اس پر ہے کہ وہ آخری دم تک صحابہ کرامؓ کے ترانے: ''نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ☆ عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا'' کے مطابق زندگی کے آخری سانس تک اقامتِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی اس جدوجہد میں لگے رہیں ـــ آمین! ـــ یا ربّنا' امین! ـــ یا الٰہ العٰلمین امین!!!

(پ۔ن: برِّعظیم پاک و ہند میں اسلام کے احیاء اور اقامت کی تحریک کی سنہری زنجیر کی پہلی اور تیسری کڑی کے مابین بھی یہ ربط نوٹ کر لیا جائے کہ مولانا مودودی کو علامہ اقبال ہی نے دکّن کی سنگلاخ زمین سے پنجاب کے سرسبز و شاداب میدانوں کی جانب ''ہجرت'' کی دعوت دی تھی!)

✿✿✿✿✿

اسلام اور سیکولرازم

ڈاکٹر عبدالسمیع

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

اسلام میں سیکولرازم کی گنجائش ہے، نہیں ہے۔

سیکولرازم اسلام کے لیے خطرہ نہیں، اُس کی اصل جنگ اسلام کے خلاف ہے۔

یہ اور اس طرح کے متضاد بیانات ایک عام سوچنے سمجھنے والے مسلمان کو اکثر پریشان کرتے رہتے ہیں۔ آیئے، قدرے تفصیل کے ساتھ اسلام اور سیکولرازم کا تجزیہ کر کے حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

اسلام: اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی "سپردگی" (submission) کے ہیں اور ہمارے دین کی حیثیت سے اس کا مطلب اپنے عقائد و نظریات، اپنی عبادات (all modes of worship) اور اپنی رسومات (پیدائش، شادی اور موت کے مواقع پر کرنے والے افعال) نیز اپنی معاشرت، اپنی معیشت اور اپنی سیاست تک کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت کے تابع کرنا ہے۔

دین: قرآن مجید اور فرمودات نبویہ ﷺ میں اسلام کو ایک دین یعنی طرزِ زندگی (Way of life) قرار دیا گیا ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اس کے علاوہ قرآن مجید میں "دین" کا لفظ درج ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے

1۔ بدلہ: جیسے سورۃ الفاتحہ میں فرمایا: "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"
2۔ لین دین: جیسے سورۃ البقرۃ میں فعل کی شکل میں آیا: "تَدَايَنْتُمْ"
3۔ راستہ: جیسے سورۃ الکافرون میں آیا: "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ"
4۔ قانون: جیسے سورۂ یوسف میں "فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ" آیا ہے۔

مذہب: "مذہب کا لفظ قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوا اور میرے مطالعہ کی حد تک حدیث رسول ﷺ میں بھی یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ اگرچہ اسلامی لٹریچر میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے، مگر یہ اسلام کے لیے نہیں بلکہ فقہ اسلامی کے مختلف مسالک کے لیے آیا ہے جیسے "مذہب مالکی، مذہب حنبلی اور مذہب حنفی وغیرہ (لیکن یاد رہے کہ ان مذاہب میں صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ معاشرت، معیشت اور ریاست کے تمام مسائل جیسے نکاح و طلاق دیوانی اور فوجداری قوانین کے علاوہ جہاد اور قتال کے جملہ مسائل بھی زیر بحث لائے گئے ہیں)۔

Religion: اُدھر انگریزی کے لفظ "religion" جس کا بالعموم ترجمہ مذہب کیا جاتا ہے، کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں کچھ یوں ہے:

"Belief in the existence of a super natural ruling Power, The Creator and Controller of the universe, Who has given man a spiritual nature, which continues to exist after death of the body; a course of action or a practice regarded as the ruling passion of one's life. 1960"

"اس کائنات کو پیدا کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے والی ایک مافوق الفطرت قوت قاہرہ کی موجودگی کو تسلیم کرنا جس نے انسان کو ایک ایسا روحانی وجود بخشا ہے جو اس کی (جسمانی) موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے؛ ایک ایسا لائحہ عمل جس کو کسی فرد کی زندگی کا فیصلہ کن جذبہ قرار دیا جا سکے"۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے ایک بعد کے ایڈیشن میں الفاظ کچھ یوں ہیں:

"Particular system of faith and worship based on religious belief;Controlling influence of one's life"

"مذہبی عقیدے پر مبنی عقائد و عبادات کا ایک نظام؛ کسی شخص کی زندگی کو کنٹرول کرنے والا اثر"

دلچسپ بات یہ ہے کہ "religion" کی تعریف میں سے رفتہ رفتہ "دین" کے وسیع تر مفہوم کا نکالا جانا تو اظہر من الشمس ہے ہی لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس کی ابتدائی تعریف میں بھی صرف ایک مافوق الفطرت "قوۃ قاہرہ" کو ماننے کا ذکر ہے جو "اللہ" بھی ہو سکتا ہے اور ایک اندھی بہری قوت "nature" بھی۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا as a personified being اقرار تو اوّل روز سے "religion" کی تعریف میں شامل نہیں ہے جبکہ اللہ ربّ العزت کے وجود اور اس کو کائنات اور خود اپنا "ربّ" (Lord) ماننا اسلام کا بنیادی نظریہ ہے۔

سیکولرازم (Seculrism): سیکولرازم انگریزی زبان کا لفظ ہے جو دو الفاظ کا مرکب ہے: ایک seculr (سیکولر) اور دوسرا ism (ازم)۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں seculr کے معنی ہیں worldly not spiritual (یعنی دنیاوی، روحانی نہیں): not related to religion (مذہب سے متعلق نہیں)۔ اس کے برعکس seculrism کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری کے 1995 کے ایڈیشن میں کچھ یوں ہے:

Belief that laws & education should be based on facts & science etc, rather than religion.

"یہ ماننا کہ قوانین اور تعلیم کی بنیاد مذہب کی بجائے حقائق اور سائنس پر ہونی چاہیے"۔

جبکہ سائنس حقائق صرف انہی کو مانتی ہے جن کا وجود "حواس خمسہ" سے محسوس کیا جاسکے یعنی آنکھ سے دکھائی دے کان سے سنا جائے زبان سے چکھا جائے ناک سے سونگھا جائے یا ہاتھ سے چھوا جائے۔یا کم ازکم ان حواس کے ذریعے اس کی تصدیق ہو جیسے electromagnetic waves (الیکٹرومیگنیٹک ویوز) کہ ان کا وجود ٹی وی آن کر کے یا فون کال ملا کر کنفرم کیا جاسکتا ہے۔

لفظ سیکولر بطور Adjective:

عام استعمال میں جب لفظ "سیکولر" کسی اور لفظ کا سابقہ بن کر آتا ہے تو وہ Seculrism ہی سے Adjective ہوتا ہے جیسے Secular World (دنیا کے وہ حصے جو سیکولرازم کے نظریہ پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہیں) سیکولر نظریات' سیکولر ذہنیت اور سیکولر لوگ وغیرہ۔ سیکولرازم اور سیکولر نظریات وقتاً فوقتاً مختلف ناموں اور خوشنما عنوانات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں مثلاً اعتدال پسندی' ترقی پسندی Enlightend moderation اور ان الفاظ کو اسلام کا سابقہ بنا کر استعمال کیا جاتا رہا ہے، مثلاً ترقی پسند اسلام (moderate Islam) وغیرہ۔ دوسری طرف دین و مذہب کے بنیادی نظریات کو شعوری طور پر ماننے والوں اور ان کی پاسداری کرنے والوں پر قدامت پسند' انتہا پسند اور بنیاد پرست کی پھبتیاں چست کی جاتی رہی ہیں۔

چرچ اور ریاست کی علیحدگی

سیکولرازم اگرچہ بالعموم "مذہبی اور سیاسی امور کو الگ الگ رکھنے" کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے لیکن اس کی اصل تعریف کو سامنے رکھا جائے تو یہ اس کی ملمع کاری ہے۔حقیقت میں سیکولرازم مذہب (religion) کو سرے سے مانتا ہی نہیں کیونکہ مذہب (religion) کی بنیاد ایک مافوق الفطرت طاقت کے وجود کو ماننا ہے، جبکہ سیکولرازم کسی بھی سپر نیچرل طاقت' چیز یا ہستی کے وجود کا انکاری ہے۔ لہٰذا سیکولرازم بظاہر تو لوگوں کے مذہبی معاملات میں یہ کہہ کر مداخلت نہیں کرتا کہ Religion is the private affair of an individual. (مذہب کسی فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔) لیکن نظام تعلیم کی بنیاد "Facts & Science" پر رکھ کر وہ نہ صرف مذہبی تعلیم کو نصاب سے خارج کر دیتا ہے بلکہ اپنے نظام تعلیم کے ذریعے سے وہ کسی کو اس قابل ہی نہیں چھوڑتا کہ وہ اللہ کو مانے۔ رہے باقی مذہبی تصورات تو وہ تو ہیں ہی ایمان باللہ کے تابع۔نتیجتاً کوئی تو کھلے الفاظ میں اللہ کا انکار کرتا ہے اور کوئی ڈھکے چھپے الفاظ میں۔کوئی "باغی" فخریہ انداز میں کہتا ہے "I was born with no religion" اور کوئی "دانش ور" حقارت سے مذہب پر پھبتی چست کرتا ہے "Religion is the opium of the masses"

اِسی حقیقت کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا ۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اور اکبرالہ آبادی مرحوم نے کہا

یوں قتل سے لڑکوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اُدھر قرآن مجید اپنے ابتدائی تعارف میں یہ بات واضح کرتا ہے کہ میں ان اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہوں جو غیب (Un-seen) کو مانتے ہیں۔دوسری طرف سیکولرازم کے وضع کردہ نظام تعلیم میں پڑھ کر کوئی شخص غیب (Un-seen) کی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا، لہٰذا وہ مذہبی حقائق جیسے اللہ کے وجود، آخرت کے واقع ہونے، وحی کی صداقت اور رسالت پر یقین نہیں رکھتا۔وہ خواہ واضح الفاظ میں ان کا انکار نہ بھی کرے نیز خاندانی روایات کی بنیاد پر مذہبی عبادات اور رسومات پر عمل پیرا بھی ہو، تب بھی اس کے دل میں ان کی حقیقت مفروضوں اور ثقافتی روایات سے زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس کا اصل "ایمان" تو "Facts & Science" پر ہوتا ہے۔اور جب اللہ کے وجود ہی کا یقین نہ ہو تو اللہ سے "ڈرنا" کیسا۔

اسلام میں اللہ پر ایمان کی اصل حقیقت:

یاد رہے کہ اللہ کی بہت سی حیثیتیں ہیں جیسے خالق (Creator) اِلٰہ رمعبود (Worthy of worship) اور رازق رپالنے والا اور ربّ رمالک و مختار (LORD)۔اوّل الذکر تینوں حیثیتوں میں مشرکین عرب رکفار مکہ قرآن مجید کے نزول سے قبل بھی اللہ کو مانتے تھے، اگرچہ خالق اور رازق ہونے کے اعتبار سے توحید کے ساتھ اور الٰہ ہونے کے اعتبار سے شرک کے ساتھ' جبکہ مشرکین عرب رکفار مکہ اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک و مختار ربّ (LORD) ماننے کو ہرگز تیار نہ تھے، اس لئے کہ ان کے سردار اور آقا اپنے لئے "ربّ" کا لفظ استعمال کرتے تھے اور اپنے غلاموں کے لئے لفظ "عبد"۔ عربی زبان میں آقا و غلام کے لئے آج بھی یہ دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اگرچہ قرآن مجید کے اوّلین مخاطبین یعنی قریش مکہ اللہ تعالیٰ کو توحید کے ساتھ خالق و رازق مانتے تھے، اس کے باوجود انہیں کافر و مشرک کہا گیا ہے۔یاد رہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اصل تعارف اس کا "ربّ" ہونا ہے

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ "پڑھ اپنے اس "رب" کے نام سے جس نے پیدا کیا"۔

اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ "ساری حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا "رب" ہے"۔

قریش پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کو خالق و رازق مانتے تھے

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (العنکبوت 63-61)

"یقیناً اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً کہیں گے "اللہ ہی نے"۔

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ (سورہ یونس 32-31)

"ان سے پوچھو تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے اور کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے مردہ سے زندہ کو اور کون نکالتا ہے زندہ سے مردہ کو اور کون تدبیر کرتا ہے تمام امور کی۔تو وہ ضرور کہیں گے "اللہ"۔تو کہو! کیا تم پھر بھی اس سے ڈرتے نہیں۔وہ اللہ ہی تو تمہارا حقیقی رب ہے۔"

کچھ ایسا ہی معاملہ ادھر سیکولرازم میں ہے کہ نظریاتی سطح پر اور نظام تعلیم کے ذریعے تو وہ اگرچہ اللہ کو ماننے کی ہی اجازت نہیں دیتا لیکن اپنے بنیادی نظریہ کے برعکس وہ اپنے زیر اثر لوگوں کو بظاہر اللہ کو ماننے یا نہ ماننے کی کھلی چھوٹ دیتا ہے اور اس پر بھی کوئی پابندی نہیں لگاتا کہ کوئی ایک خدا کو مانے یا دس خداؤں کو نیز مسجد' مندر یا گرجا میں، جیسے چاہے ایک یا زیادہ خداؤں کی پوجا پاٹ اور پرستش (worship) کرے۔۔۔۔لیکن وہ کسی صورت لوگوں کو اللہ کو اپنا "ربّ" (LORD) ماننے اور اس سے dictation لینے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ سیکولرازم میں Laws (قانون سازی) کی بنیاد صرف حقائق اور سائنس ہو سکتے

ہیں، مذہب نہیں ہو سکتا۔

آزادی (Freedom):

سیکولرازم کا ایک اہم نعرہ ''آزادی'' ہے لیکن غور کریں تو خود سیکولر دنیا میں ٹریفک تک کے قوانین کی پابندی کی جاتی ہے اور اس کے شہری کونسل' کاؤنٹی' ریاست اور فیڈرل سطح پر قانون کی پابندی کرتے ہیں، اور اپنے ملک کے آئین کی بھی پاسداری کرتے ہیں، تو پھر یہ کیسی آزادی ہے؟ وہ دراصل ''ربّ العالمین'' کی غلامی سے آزادی ہے۔

سیکولر ذہن اور ایمان بالآخرۃ:

سیکولرازم کی محولا بالا تعریف کی روشنی میں ایک سیکولر ذہن کے لئے آخرت کو ماننا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ نتیجتاً موت وحیات کے اس سلسلے میں اس کے نزدیک اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، لہٰذا

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب
اور موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

مشہور سائنس دان آئن سٹائن اپنے مضمون "World, as I see it" میں کہتا ہے کہ اس کائنات کا مشاہدہ کر کے گمان ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک بڑی قوت کارفرما ہے لیکن ساتھ ہی وہ لکھتا ہے:

"But I can not conceive of God who, punishes & rewards his creatures"

یاد رہے کہ قریش مکہ کی طرح آج کا سیکولر انسان حتیٰ کہ سیکولر ذہن کا مسلمان بھی نبی اکرم ﷺ کو ایک طرف سچا کہتا ہے لیکن ساتھ ہی حضور ﷺ کے اس بیان کی نفی کرتا ہے کہ ''سب انسان موت کے بعد روزِ قیامت دوبارہ زندہ کئے جائیں گے''۔ قریش کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے آپ کو سچا مانتے تھے، لیکن بعد میں منکر ہوئے اور کچھ نے آپ کو مجنون اور کچھ دوسروں سے آسیب زدہ کہہ ڈالا۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان دانشور بھی محض مشرکین مکہ کی طرح آپ کی پاکیزہ ہستی کی قبل از نبوت زندگی کی صداقت کو مانتے ہیں یا دل وجان سے آپ کی رسالت، اور آپ کی جانب سے دی گئی خبروں کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ مشرکین عرب کو بھی اصل اختلاف آپ کی رسالت سے تھا، کیا مسلمان دانشوروں کی بھی مت ماری گئی ہے یا وہ سیکولر خیالات کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنانا اور انہیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

سیکولر ذہنیت اور وحی:

سیکولر ذہنیت کو وحی خداوندی سے تو ایک طرح کا بیر ہے۔ کسی کلام یا کسی شخص کی تقریر و تحریر کو وہ اس وقت تک اہمیت دیتے ہیں جب تک اس کی نسبت اللہ کی طرف نہ ہو۔ قریش بھی نبی اکرم ﷺ کو ایک شاعر (یعنی شعور والا دانشور) ماننے کو تیار تھے بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی نسبت اللہ کی طرف کرنا چھوڑ دیں اور اس کو اپنی ''تخلیقی کاوش'' قرار دیں۔ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے دانشور نے علامہ اقبال کے بارے میں فرمایا: ''اقبال علم کا ایک سمندر تھا جو قرآن کے دریا میں غرق ہو گیا'' انا للہ وانا الیہ راجعون! ظاہر ہے انہوں نے اقبال کو ابتداءً علم ودانش کا ''سمندر'' اسی وقت تک تسلیم کیا جب تک انھوں نے قرآن کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔ اسی طرح ہمارے ''ارباب ذوق'' اور دانش ور حلقوں نے دیندار اہل قلم کو کبھی گھاس نہیں ڈالی۔ اس معاملے میں راقم ان کو قصوروار نہیں ٹھہراتا۔ سیکولر نظریات کو ماننے کا یہ ایک منطقی تقاضا ہے۔

سیکولر ذہن اور اللہ کے نبیؐ:

انبیاء کرام علیہم السلام بلاشبہ انسان تھے۔ جہاں اس بات کو واضح کرنے سے کہ وہ اللہ کی مخلوق تھے اور ان کا الوہیت میں کوئی حصہ نہیں ہے، نظریہ توحید کو تقویت ملتی ہے وہیں ان کی ''بشریت'' کا بار بار تذکرہ ان کی توہین کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ اسی طرح جہاں حضورؐ کی حیات طیبہ کے بعض معجزاتی پہلوؤں کے بیان سے آپؐ کے مافوق البشر (Super human) ہونے کا گمان ہوتا ہے وہیں آپ کے اعلیٰ انسانی کردار اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ اگرچہ اپنی جگہ پسندیدہ ہے لیکن آپ کی شخصیت اور مقام کے حوالے سے صرف اسی پہلو پر زور دینا بھی لامحالہ آپؐ کی نبوت ورسالت کو کم از کم ''غیر اہم'' بنا دینے کی شعوری کوشش ہو سکتی ہے جیسے آج کل نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے بیان میں صرف آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہوتا ہے اور نصف گھنٹے کے ٹی وی مذاکرے میں آپؐ کی صداقت اور دیانت پر بھی بھرپور گفتگو ہوتی ہے اور آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کو بھی خوب خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے لیکن آپ کی رسالت کو for granted لیتے ہوئے اس کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا جاتا۔ نتیجتاً آپ کی رسالت کے مقابلے میں آپ کی بشریت ناظرین کے ذہنوں میں زیادہ اہم کرنے کی کوشش ایسے انداز میں کی جاتی ہے کہ انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ یوں نبی اکرم ﷺ اور بقیہ انبیاء کرام علیہم السلام غیر شعوری طور پر خود انبیاء کرام کو ماننے والے عام مسلمانوں کے ذہن وقلب میں عام انسانوں کی سطح پر آ جاتے ہیں حالانکہ وہ ہرگز عام انسان نہیں بلکہ خاص انسان تھے نیز ان کے اور عام انسانوں کے درمیان فرق صرف کیت کا نہیں بلکہ نوعیت کا بھی ہے۔ انبیاء کرام صرف اعلیٰ انسان ہی نہیں ''صاحب وحی'' بھی تھے۔ غیر نبی انسانوں میں سے کوئی اخلاق وکردار کے اعتبار سے کتنے ہی اونچے مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو مزید براں اسے کشف بھی ہوتا ہو اور الہام بھی لیکن نہ تو وہ اللہ کا ''نبی'' ہوتا ہے اور نہ اللہ کا ''رسول'' اور نہ ہی اس پر وحی نبوت آتی ہے۔

ہمارے ہاں اگرچہ حضور ﷺ کے حوالے سے نور وبشر کی بحث تو بہت پرانی ہے اور اس میں بھی دونوں فریق آپؐ کے رسول ہونے کو بہت کم زیر بحث لاتے ہیں لیکن حال ہی میں جب سے سیکولرازم نے ننگا ناچ ناچنا شروع کیا ہے اس کا ایک نیا مظہر سامنے آیا ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں ہمیشہ سے ماہ ربیع الاول میں سیرت النبیؐ موضوع بحث رہی ہے لیکن پچھلے کچھ سالوں سے پرنٹ میڈیا کے مقالات اور الیکٹرانک میڈیا کے مذاکروں میں حضور کی سچائی' آپ کی دیانت داری' راست بازی اور اعلیٰ اخلاق ہی زیر بحث آتے ہیں اور آپ کی پوری حیات طیبہ جو قبل ازیں ہمیشہ موضوع بحث رہی اب خارج از بحث ہو گئی ہے اور آپ کا رسول ہونا تو پہلے بھی "for Granted" لیا جاتا ہے اور اب بھی۔ حضورؐ کے سچے، دیانت دار اور با اخلاق ہونے میں کیا شک ہے اور آپؐ کے ان اوصاف کا تذکرہ کس کلمہ گو مسلمان کو پسند نہ ہوگا! لیکن اس میں بھی کیا شک ہے کہ ہمارے ایمان کا تقاضا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول ماننا ہے، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک ''اشھدانّ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ'' کہہ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا نہ کہ ''اشھدانّ محمداً صادقٌ و امینٌ'' کہہ کر' حالانکہ ہمارے علم میں ہے کہ آپؐ سچے بھی تھے اور امانت دار بھی۔ یاد رہے کہ آپؐ کے دعویٰ نبوت سے پہلے قریش مکہ آپ کو ''صادق'' اور ''امین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے لیکن آپ کو رسول مان لینے والے اصحابہ ہمیشہ آپ کو ''یا نبی اللہ'' اور ''یا رسول اللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ سیکولر ذہن کے اس طرز عمل (جس میں کچھ سادہ لوح مسلمان علماء ودانش ور بھی غیر شعوری طور پر شامل ہو گئے ہیں) کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ عام انسانوں کی صف میں آن کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ اگرچہ صداقت اور امانت آپؐ کے دو اعلیٰ اوصاف تھے، لیکن یہ اوصاف کسی درجے میں دوسروں میں بھی مل سکتے ہیں۔ آپ کی امتیازی حیثیت آپؐ کی شان رسالت ہے۔ یعنی آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپ کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے نئی صورتحال میں یہ چیز غیر محسوس طور پر نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہے۔

سیکولرازم اور ایمان:

مزید براں ہم بچپن سے سنتے چلے آئے تھے کہ اصل اہمیت ایمان کی ہے عمل کی نہیں۔ عمل ہمیشہ ایمان کے تابع ہوتا ہے لیکن اب کچھ عرصہ سے سیکولرازم مسلمانوں کے ذہن کو بدلنے میں کامیاب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اخباری کالم ہوں یا ٹی وی مذاکرے، یہ سب بغیر ایمان کے کردار سازی کی کوشش میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں اور خود مسلمان دانش ور بھی مسلمانوں کی "ہیرا پھیریوں" کے تذکرے نفرت بھرے الفاظ میں اور کفار کی "راست بازیوں" کا ذکر تعریفی لہجے میں اپنی دیانت داری کا تقاضا سمجھ کر کرتے ہیں اور مغرب پلٹ مسلمانوں کی زبان پر یہ الفاظ "ان مسلمانوں سے تو وہ کافر اچھے" اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اب ہمارے دل میں ایمان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ حالانکہ حضور ﷺ پر ہمارے ایمان اور آپ ﷺ سے ہماری وفاداری کا تقاضا یہ ہے ہم حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول نہ ماننے والوں کو آپؐ کے ماننے والوں سے کسی صورت بہتر نہ سمجھیں۔ جیسے ریاضی میں بڑی سے بڑی رقم صفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح بڑے سے بڑا عمل اور بڑی سے بڑی انسانی خدمت کفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جاتی ہے۔ اسی اصول کی کارفرمائی ہے جس طرح کسی ملک کا بڑے سے بڑا شخص بھی اگر بغاوت کا مرتکب ہو تو وہ سخت ترین سزا کا مستحق قرار پاتا ہے اور اس کی تمام تر قومی، سماجی اور ملی خدمات اس کو سزا سے نہیں بچا سکتیں، اسی طرح اللہ کے بھیجے ہوئے اس کے نمائندے یعنی رسول کو "اللہ کا رسول" نہ ماننا کھلی بغاوت ہے، جس کے ارتکاب سے آدمی کے تمام اچھے کام بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ کفر محض "اللہ کے انکار" کا نام نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کے انکار کا نام بھی ہے اس لئے کہ مکہ کے کافر بھی اللہ کو خالق اور محمد بن عبداللہ ﷺ کو "سچا" اور "امین" مانتے تھے لیکن آپؐ کی رسالت کے منکر تھے۔ مسلمانوں کو ٹھنڈے دل سے اس بات کو سمجھنا چاہیے اور پھر جرأت کے ساتھ اسے کہنا چاہیے۔ اس وقت سیکولر دنیا کی خواہش ہے کہ مسلمان "ایمان بالرسالت" کو بنیاد بنا کر انہیں کافر نہ سمجھیں اور وہ اس میں کامیاب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ مغرب میں بسنے والے بہت سے مسلمان یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو مولویوں نے "کافر" بنا دیا ہے حالانکہ وہ تو اہل کتاب ہیں۔ اللہ آخرت، تقدیر، رسالت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں کو مانتے ہیں جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو واضح الفاظ میں "کافر" خود قرآن مجید نے کہا ہے

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ" (البینہ)

(بے شک کافر خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے)

اس کے برعکس اہل مغرب خود مسلمانوں ان کے حضورؐ کی رسالت پر ایمان کے ساتھ نتھی کر کے دیکھتے ہیں اور اس سبب سے اُن سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس کی دو مثالیں شاید مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہوں۔ بوسنیا کے لوگ یورپین تھے ان کا رنگ بھی گورا تھا اور ان کا رہن سہن ہرگز اسلامی نہ تھا۔ صرف نام مسلمانوں جیسے تھے، وہ خود کو مسلمان کہتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے تھے اور صرف اس ایمان کی جو سزا انہیں "امن پسند" اور "آزادی کی علمبردار" سیکولر دنیا نے دی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ دوسری طرف ترکوں نے سیکولرازم کو آئینی، قومی، سیاسی، فوجی، سول اور ہر سطح پر دستور عمل مان لیا۔ خود یورپ سے بڑھ کر خود کو سیکولر ثابت کر کے دکھا دیا، لیکن انہیں یورپی یونین کی رکنیت نہیں دی گئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کاش! مسلمان ہوش میں آئیں اور نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مان لینے کے باوجود ان کا انکار کرنے والوں کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کر کے نبی آخر الزماں ﷺ سے بے وفائی نہ کریں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تنظیمی اطلاعات

☆ حلقہ آزاد کشمیر میں مقامی تنظیم کا قیام اور امیر کا تقرر

امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد ایک نئی مقامی تنظیم "دھیر کوٹ" کے قیام اور جناب جمیل عباسی کو اس کا امیر مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم چکلالہ کے امیر کا تقرر

امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد جناب محمد شفیع خان کو تنظیم اسلامی چکلالہ کا امیر مقرر کیا ہے۔

☆ حلقہ سرحد جنوبی میں مقامی تنظیم کا قیام اور امیر کا تقرر

امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد مقامی تنظیم نوشہرہ کے قیام اور قاضی فضل حکیم کو اس تنظیم کا امیر مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ گوجرانوالہ میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، برسر روزگار کے لیے نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-6487309

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق نعیم اختر کی والدہ وفات پا گئیں
☆ حلقہ سرحد جنوبی کے ملتزم رفیق جان نثار اختر کی خالہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء، احباب اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

بلوچستان کے زلزلہ زدگان کے لیے امدادی فنڈ کا قیام

گزشتہ ماہ بلوچستان کے بعض علاقوں میں شدید زلزلے کے باعث بڑے پیمانے پر جو جانی و مالی نقصان ہوا، اس پر ہر دردمند شہری مضطرب اور غمگین ہے۔ زلزلے سے متاثر ہونے والے اپنے تمام بھائیوں اور خاندانوں کی دل و جان سے مدد کرنا ہر پاکستانی مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

اسی سلسلے میں 2005ء کی طرح اس بار بھی تنظیم اسلامی نے زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے امدادی فنڈ قائم کیا ہے۔ فنڈ میں موصولہ رقوم کو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر متاثرین زلزلہ کو پہنچانے کے لیے ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

دل یا شکم......؟

صباحت صدیقی

پرویز مشرف کی 8 سالہ حکومت نے ملک وقوم کو جو گھاؤ لگائے وہ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے غیر جمہوری، غیر دستوری اور غیر قانونی طرزِ حکمرانی کو پروان چڑھایا، پاکستان کی آزادی و خودمختاری اور حاکمیت کا سودا کیا، دستوری اداروں کو پامال کیا۔ دیرینہ خارجہ اصولوں سے انحراف اور معاشی وسیاسی مفادات کو تاراج کیا بلکہ پاکستان کے تہذیبی ونظریاتی اصولوں اور اسلامی شعائر کے بنیادی مظاہر حجاب وداڑھی وغیرہ کو تمسخر کی علامت بنا ڈالا۔ ان کی جرنیلی آمریت کا ایک اہم ہدف اسلام کا وہ انقلابی وہمہ گیر تصور تھا جس کے تحت انسان اپنی پوری زندگی کو اللہ کی بندگی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں دیتا ہے اور انفرادی واجتماعی زندگی کو شریعت کے تابع کرتا ہے، وہ اسلام کی سربلندی کو اپنی زندگی کا مقصد بناتا ہے اور اس کے لیے جہاد کو اپنا شعار قرار دیتا ہے۔ اس جامع تصورِ حیات کے مقابلے میں "روشن خیال اعتدال پسندی" (Enlightened moderation) کے نام پر اسلام کا ایک ایسا مسخ شدہ تصور وضع کرنے کی کوشش کی جو لادینیت کا چربہ ہو، جس میں حجاب وداڑھی کی گنجائش نہ ہو، جس میں شراب، زنا اور مخلوط معاشرت کے دروازے کھلے ہوں، جس میں جہاد کا ذکر بھی ممنوع ہو، جہاں رقص وسرود اور عریانی زندگی کا معمول ہوں۔ جس میں اسلامی تہوار تو رسماً منائے جائیں، البتہ بسنت، نیو ایئر نائٹ، ویلنٹائن ڈے اور اسی قسم کی دیگر خرافات ترقی کا مظہر قرار پائیں۔ یوں پرویز مشرف اور ان کے آزاد خیال ہم نواؤں کے نزدیک اسلامی شریعت ان کے مدمقابل ٹھہری۔ طالبانائزیشن پاکستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار پائے۔ ان کے لیے دہشت گرد، انتہا پسند، ترقی کے مخالف اور نہ معلوم کون کون سی گالیاں وضع کی گئیں۔

مشرف کے بعد ان کے ہم خیال طالبانائزیشن کے خطرات پر وقتاً فوقتاً روشنی ڈالتے رہے، قطع نظر اس کے کہ طالبانائزیشن کیا ہے؟ اس کے لیے کیا تحقیقات کی جا رہی ہیں؟ اس کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نظر کیا ہیں؟ یہ سرحد کے بعد کراچی میں زور پکڑ رہے ہیں یا نہیں اور کیا ان کے متعلق کیے جانے والے خدشات درست ہیں؟ میں صرف اتنا پوچھنا چاہوں گی کہ بلوچستان کی مظلوم شازیہ سے لے کر مختاراں مائی تک، زندہ درگور کرنے والے اندوہناک واقعے سے لے کر تسلیم سولنگی کے دردناک و رقعت آمیز سانحے تک کون ہیں عورتوں پر اس قدر ظلم روا رکھنے والے کریہہ صورت عناصر؟ کیا یہ پاکستانی معاشرے کے لیے سب سے بڑا خطرہ نہیں؟ نہ جانے کتنے ہولناک واقعات رات دن رونما ہوتے ہوں گے، کتنی حوا کی بیٹیاں ظلم وستم کے پہاڑ سہتی ہوں گی مگر یہ اخلاق باختہ، جاگیردارانہ سماج و رویۂ اباحت پرست طبقہ، بااثر افراد کا ٹولہ قانون پر بالادست ہونے کے باعث کسی جرم کی سزا نہیں پاتا۔ قانون کی زبردستی، مظلوم کی دادرسی کا نہ ہونا، ظالموں کا دندنانا، کیا یہ کسی معاشرے کے لیے خطرناک صورت حال نہیں؟ اور کیا اس کے سدّباب کے لیے سیاسی اشرافیہ کو مشترکہ حکمت عملی نہیں اپنانی چاہیے، اس کے لیے مشترکہ و توانا کوششیں نہیں کی جانی چاہئیں۔

طالبانائزیشن کے بعد حجاب وپردے کو خطرے کی علامت متصور کرتے ہوئے ایک اصطلاح حال ہی میں سامنے لائی گئی ہے، میں نہ تو اس اصطلاح لانے والوں سے کوئی شکایت کروں گی نہ کوئی احتجاج، ہاں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس اصطلاح نے ان ہزاروں لاکھوں گھرانوں کو ضرور دکھ ورنج کا شکار کیا ہوگا جن کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں اس اسلامی شعائر کو اپنائے اس کی پاسداری کا حق ادا کر رہی ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجاب وپردے کو کسی مخصوص تنظیم وگروہ سے منسلک کیوں کر لیا گیا ہے، یہ تو ہمارا مذہبی شعار ہے۔ ہماری اسلامی تہذیب کا اہم اور جداگانہ اسلوب ہے جو برصغیر پاک وہند میں بھی اسلامی گھرانوں کی پہچان ہوا کرتا تھا اور اب بھی نومسلم خواتین جسے پرشوق جذبے اور تحفظ وپاک دامنی کے تصور کے تحت اپنانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ میں ایک جانب برطانوی نومسلم صحافی مریم (ایوان ریڈلی) کو حجاب کے لبادے میں دیکھتی ہوں اور دوسری جانب اس مذموم پروپیگنڈے کو سوچتی ہوں جس کے زیر اثر حجاب وپردے کو مسلم عورت پر سختی، مظلومی ومحرومی کی علامت بنا دیا گیا ہے، پھر جہاں تک تعلیمی اداروں میں برقعہ بریگیڈ کے پروپیگنڈے کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت کا ہر اس طالبہ کو بخوبی علم ہے جو ان مادرِ علمی سے تعلق رکھتی ہے۔

اوّل تو حجاب وپردے سے متعلق یہ اصطلاح ہی واہیات اور تہذیب واخلاق سے گری ہوئی ہے، پھر ایسی طالبات کو تعلیمی اداروں میں قبضہ گروپ کی صورت میں متعارف کرانا اس سے بھی زیادہ کریہہ حرکت ہے۔ ایسے عناصر کیا چاہتے ہیں؟ کیا حجاب وپردہ یونیورسٹیوں اور کالجز سے غائب ہو جائے؟ کیا خدا ودین سے بیزار طبقے کو قوت محرکہ و توانائی ملتی رہے؟ اس سے قبل یہ ہمارے روشن خیال معاشرے کا لازمہ بن گیا ہے کہ مدارس، اسلامی درسگاہوں اور دینی جامعات کی تحقیر کی جائے، ان سے فارغ التحصیل کو مُلا ومولوی کہہ کر ایک حقیر و بے کار طبقہ قرار دیا جائے۔ اس فکری یلغار کے اثرات نے اسلام کا اصل چہرہ ایسا آلودہ اور دھندلا بنا دیا ہے کہ اس کے حقیقی چہرے سے ملت کا سواد اعظم ایک اجنبیت اور غیر انسیت محسوس کرنے لگا ہے۔ اس صورت حال پر حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی صادق آنے لگی ہے کہ "اسلام جب آیا تو اجنبی تھا، ایک وقت آئے گا جب یہ پھر سے اجنبی بن جائے گا"۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شعائر کو اپنانے اور ان سے محبت کرنے والے خود افراد ملت کے ہاتھوں مطعون، معتوب ومغضوب ہیں۔ اگر آج سے پہلے کوئی یہ سوال کرتا کہ "اسلام کی کتنی قسمیں ہیں اور مسلمانوں کے کون کون سے اسلامی زمرے ہیں؟" تو ہر مسلمان اس سوال کو احمقانہ قرار دے کر ہنس پڑتا یا خفا ہو جاتا، مگر کمال ہے اس فکری یلغار کا کہ اس نے سخت گیر اسلام اور لبرل اسلام کی دو قسمیں تصنیف کیں۔ دین وشریعت پر عامل مسلمان بنیاد پرست، رجعت پسند اور تاریک الخیال قرار دے دیے گئے اور اسلام کو خود آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ کی خود ساختہ غلط تعبیر وتشریح کے خنجر سے ذبح کرنے والے مسلمان پروگریسو۔ اب یہی پروگریسو اور روشن خیال طبقہ اسلام کی ترجمانی ونمائندگی کا اپنا حق سمجھتا ہے۔ اس طبقہ فکر نے:

اوّلاً سورۃ الکافرون کو بنیاد بنا کر کلام الٰہی کو مساوات بین الادیان کا ترجمان قرار دے کر اسے سیکولرازم کی اس تعبیر کا حامی بنا دیا جس کے مطابق سارے ادیان یکساں احترام کے مستحق ہیں۔ نتیجتاً فریضۂ دعوت وتبلیغ کو اپنے ایجنڈے اور سرگرمیوں سے بالکل ہی خارج کر دیا۔ اس کا اثر دیر بدیر یہی

ہوگا کہ ملت اسلامیہ اپنے دعوتی کردار سے محروم ہوجائے گی اور ملکی وعالمی منظرنامے پر کمزور باطل ادیان کو قوی وتوانا دین حق کی پیشرفت کا خطرہ وچیلنج باقی نہ رہے گا۔

(۲) اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور تہذیبی اقدار کوتاریک خیالی اور قدامت پسندی پر محمول کرکے یہ تصور اُجاگر کیا ہے کہ جب تک اسلام اور شریعت اسلامی کی جدید تعبیر نہ ہو یہ عصر جدید کا ساتھ دینے والا دین ہرگز نہ رہ سکے گا۔

(۳) عورت کے مقام وحیثیت' خاندان' معاشرے اور تمدن میں اس کے رول سے متعلق اسلام کے اعلیٰ وارفع اصولوں' تعلیمات وقوانین کو عام مسلمانوں کی نگاہ میں صرف غیر معتبر ہی نہیں بلکہ حقیر بنا دیا جائے۔

(۴) باطل قوتوں کے مظالم' استبداد' استحصال اور استعمار کی مزاحمت کرنے والی قوت بازو کو جس منبع ومخرج سے توانائی بہم پہنچ سکتی ہو اسے فکری یلغار اور پروپیگنڈا مشینری سے اتنا بدنام کردیا جائے کہ خود ملت کی صفوں سے ایسے مفکر' دانشور' علماء ولیڈر اٹھ کھڑے ہوں جو باطل کوششوں کے مزاحمت کاروں کے خلاف ایسے بیانات وفتوے اور تحریریں جاری کرنے لگیں کہ عام مسلمان ان سے نفرت کرنے لگیں اور ان سے دور رہنے میں عافیت محسوس کریں۔

یہ ہیں اس فکری یلغار کے چند شذرات واثرات جو مشرف دور کی پیداوار تھیں اور اب اس پر مزید محنت صرف کی جارہی ہے۔ یہ ہے مشرف کی جرنیلی آمریت کا اسلام جو جہاد سے فرار' شعائر اسلامی کی تحقیر اور راہِ محمد ﷺ سے اُمت کو ہٹانے کے شیطانی منصوبے کا حصہ ہے اور اس شیطانی حکمت عملی کے مقابلے میں اقبال نے ہی نسخہ تجویز کیا تھا جو روحِ اسلام کا مظہر ہے:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

میں سمجھتی ہوں پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا ہوا ہے۔ ایک طرف روشن خیالی اور لبرل ازم کے نام پر امریکہ کی غلامی اور نئے سیاسی ومعاشی وسامراجی نظام کی چاکری کا کردار ہے اور دوسری جانب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیے ہوئے پروگرام زندگی کے مطابق تحریک پاکستان کے اصل مقاصد کے حصول کی ہمہ گیر جدوجہد اور عزت کی زندگی کی دعوت ہے۔

حکیم الامت نے دل اور شکم کے استعارے میں اُمت کو اس باب میں جو دوٹوک فیصلے کی دعوت دی تھی وہ آج پہلے سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کرگئی ہے۔

دل کی آزادی شہنشاہی' شکم سامان موت
فیصلہ ترا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم؟

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

عازمین حج! آپ کو مبارک ہو

حج کی تیاری کیجیے!

چودھری شہزاد

محترم عازمین حج! السلام علیکم

آپ کو مبارک ہو کہ آپ کا نام ان لوگوں میں شامل ہو گیا ہے جنہیں عنقریب اللہ کے گھر کے حج اور رسول اکرم ﷺ کے روضۂ پاک کی زیارت نصیب ہوگی، جن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو کی تکمیل ہونے والی ہے۔ اللہ نے آپ کو کتنے بڑے احسان سے نوازا ہے، آپ اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اس کا اندازہ تو وہ لوگ کر سکتے ہیں جو حج کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں لیکن اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور پھر اس آرزو اور تڑپ کو دل میں لیے اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ ان کے برعکس ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں لیکن ان کے ذہنوں میں حج کرنے کا خیال ہی نہیں آتا اور ان کا نام بدقسمت لوگوں کی فہرست میں شامل رہتا ہے۔

آپ کو مبارک ہو کہ آپ کا نام بدقسمت اور عیسائی ویہودی لوگوں کی فہرست میں شامل نہیں ہوگا، جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: "جس کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔" (رواہ الترمذی) کتنے خوش نصیب ہیں آپ کہ آپ کا بلاوا آ گیا ہے اور کتنے بدقسمت ہیں وہ لوگ جو استطاعت کے باوجود اس بلاوے سے محروم رہتے ہیں۔

محترم عازمین حج!

آپ آج ہی سے حج کی تیاری شروع کر دیں۔ سب سے پہلا کام جو آپ کو کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ دو نفل نماز شکرانہ ادا کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو حج کے لیے چن لیا ہے۔ آپ جذبات تشکر سے اتنے لبریز ہوجائیں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں، آپ کے جسم پر رعشہ طاری ہو جائے اور آپ گڑگڑانے لگیں۔ اللہ کے احسان کا اقرار اور اس کا شکر ادا کرنا آپ کے سفر کا سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اپنے رب کا شکر ادا کیجیے۔

حج کی تیاری کے حوالے سے دوسرا کام یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ حج کے معنی کیا ہیں؟ حج کے معنی ہیں "ارادہ کرنا" حج بیت اللہ یعنی چند مخصوص اعمال کی بجا آوری کے لیے بیت اللہ شریف کا ارادہ کرنا۔

حج کی تیاری کے ضمن میں تیسرا کام یہ ہے کہ آپ حج کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کریں۔ آپ پہلی فرصت میں حج کے بارے میں ایک مفصل کتاب خرید لیں، جس میں حج کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث موجود ہوں اور حج کا طریقہ اور اس کے مسائل درج ہوں۔ علاوہ ازیں حج کے متعلق جتنے بھی کتابچے آپ کو مل سکیں، ان کا مطالعہ کریں۔ یاد رکھیے، حج کے بارے میں آپ کا مطالعہ جتنا وسیع ہوگا آپ کو حج کا اتنا ہی زیادہ لطف آئے گا۔ آپ مکہ، مدینہ اور بیت اللہ کی تاریخ کا مطالعہ بھی کیجیے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس قرآنی ومسنون دعاؤں کی کتاب بھی ہونی چاہیے۔ جتنی دعائیں آپ یاد کرسکیں، کریں، اس کے ساتھ ہی مناسک حج کی دعائیں بھی ابھی سے یاد کرنا شروع کردیجیے۔

حج کی تیاری کا چوتھا کام یہ ہے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ اللہ سے اپنے اس عظیم گناہ کی معافی مانگیں اور آج ہی سے پانچ وقت کی نماز ادا کرنا شروع کردیں تاکہ جب حج کے وقت اللہ کے ہاں حاضر ہوں تو اس کے سامنے بے نمازی ہونے کے جرم کی شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

محترم عازمین حج!

آیئے، حج کی تیاری کے بارے میں اب تفصیلی گفتگو کریں۔ حج کی تیاری کو آپ چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

علمی تیاری:

اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے بارے میں آپ جتنا بھی علم حاصل کرسکتے ہیں، کریں۔ حج کے بارے میں تمام قرآنی آیات کا مطالعہ کریں، تمام احادیث کا مطالعہ کریں، حج کا طریقہ سیکھیں، حج کے مسائل اور ان کا حل پڑھیں۔ مناسک حج کی دعائیں ابھی سے یاد کرنا شروع کردیں، یہ کل دس یا بارہ دعائیں ہیں، جنہیں آپ اتنے ہی دنوں میں یاد کرسکتے ہیں اور پھر دہرائی کرتے رہیں۔ یہ دعائیں کچھ اس طرح ہیں:

(1) تلبیہ (2) حرم کعبہ میں داخل ہونے کی دعا (3) خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑنے پر دعا (4) استلام کی دعا (5) رکن یمانی سے حجر اسود تک کی دعا (6) آب زم زم پیتے وقت کی دعا (7) صفا و مروہ کی طرف سعی کے لیے جانے کی دعا (8) صفا پر پڑھنے کی دعا (9) مروہ پر دعا (10) شیطان کو کنکریاں مارتے وقت کی دعا (11) ایام تشریق کی دعا

قرآنی دعاؤں کی کتاب میں سے آپ جتنی دعائیں یاد کر سکتے ہیں، کریں، یا کم از کم ان کا ترجمہ یاد کریں۔ مسنون دعاؤں کی کتاب میں سے وہ دعائیں ضرور یاد کریں جو آپ ﷺ روز مرہ کے معمولات میں پڑھتے تھے۔ صبح اور شام کے اذکار بھی ذہن نشین کر لیں۔ ان تمام دعاؤں کو آپ آئندہ زندگی بھی پڑھتے رہیں گے۔

نماز کی کسی کتاب سے نفل نمازوں اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضو، تہجد، صلوٰۃ التسبیح، نماز حاجت، نماز استخارہ اور نماز جنازہ کا طریقہ سیکھیں۔ حج کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مولانا محمد منظور نعمانی کی کتاب ''آپ حج کیسے کریں''، مولانا زکریا کی کتاب ''فضائل حج''، مفتی رفیع عثمانی کی ''حج کے احکام و مسائل'' اور دارالسلام کی شائع شدہ کتاب ''حج کے مسائل'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

روحانی تیاری:

اس سے مراد اپنے ذہن، قلب اور روح کو اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنے کے لیے تیاری کرنا ہے، تاکہ سفر حج کے دوران آپ پر وہ خشوع و خضوع طاری ہو سکے جو اس کے لیے حقیقتاً مطلوب و مقصود ہے۔ حج کے لمحات زندگی کے قیمتی ترین لمحات ہیں۔ یہ لمحات اللہ کی امانت ہیں [illegible] سفر حج کے دوران آپ کا دھیان ہر وقت اللہ کی طرف رہے اور دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو جائیں۔ مکہ میں قیام کے دوران آپ کی زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہنا چاہیے اور مدینہ کے قیام کے دوران آپ کی زبان پر ہر [redacted] درود شریف کا ورد جاری ہو۔ دنیا والے کہتے ہیں مو[redacted] روح کی غذا ہے لیکن حج کے دوران آپ کو اندازہ ہو[redacted] موسیقی نہیں، بلکہ اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے۔ آپ نے کسی وقت بھی اپنی روح کو اس غذا سے محروم نہیں کرنا۔ حج کے سفر سے آپ کو جو روحانی تربیت حاصل ہوگی اسے آپ کو اپنی آئندہ زندگی کا حصہ بنانا ہے۔

جسمانی تیاری

سفر حج پر روانگی سے پہلے آپ کو ہر لحاظ سے تندرست و توانا ہونا چاہیے، آپ میں اتنی طاقت ہونی چاہیے کہ سفر کے دوران آپ کو کبھی کمزوری اور تھکاوٹ محسوس نہ ہو اور مناسک حج کی ادائیگی کے دوران آپ ہر وقت چاق و چوبند رہیں۔ اس کے لیے آپ کو آج ہی سے روزانہ ورزش کرنے اور پیدل چلنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔ پہلے روزانہ آہستہ آہستہ چلنا شروع کریں اور آنے والے دنوں میں رفتار اور وقت کو بڑھاتے جائیں، جب آپ حج پر روانہ ہونے لگیں تو آپ کو اتنا تندرست ہونا چاہیے کہ آپ کم از کم دو گھنٹے تک تیز چل سکیں، ممکن ہو تو روزانہ ورزش بھی کریں۔

سفری تیاری

سفر کے لوازمات جاننے کے لیے آپ کو ہر کتاب سے بہت سا مواد مل جائے گا۔ میں آپ کو چند ضروری باتیں بتانا چاہتا ہوں۔

1۔ لوگ عام طور پر قینچی چپل ساتھ لیجاتے ہیں۔ اس طرح کی چپل مدینہ اور مکہ میں بھی عام ملتی ہے مگر یہ زیادہ چلنے پر تکلیف دینے لگتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی اچھی کمپنی کی چپل خریدیں جو انتہائی مضبوط بھی ہو اور جسے پہن کر آپ چاہے جتنا چل لیں، آپ کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔ اگر آپ ایسی چپل کے دو جوڑے لے لیں تو پھر آپ کو کسی اور جوتے اور سینڈل کی ضرورت نہیں ہے۔ جوتیاں مسجد میں رکھنے کے لیے آپ کے پاس کپڑے کی تھیلی لازمی ہونی چاہیے جس کا ڈیزائن اور رنگ ایسا ہو کہ دور ہی سے پہچانی جا سکے۔

2۔ آپ کی شلوار میں دو عدد بڑی جیبیں ہونی چاہئیں۔ یہ اتنا فائدہ دیتی ہے کہ بہت سے موقعوں پر آپ کو نہ بیلٹ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ چھوٹے بیگ کی۔ اسی طرح آپ کی قمیض پر دو یا تین جیبیں ہونی چاہئیں جن پر بٹن لگے ہوں۔

3۔ حج کے دوران موبائل فون کے استعمال سے گریز کریں۔ اگر آپ کو موبائل اپنے ساتھ رکھنا ہی ہے تو پھر اس کے لیے یا تو قمیض میں علیحدہ جیب لگوائیں یا موبائل گلے میں لٹکانے والا فیتہ خرید لیں۔

4۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے موبائل کی انٹرنیشنل رومنگ پاکستان ہی سے کروا کر جائیں۔

5۔ عینک پہننے والے حضرات کے پاس دو عینکیں ہونی چاہئیں اور انہیں لٹکانے کے لیے ان پر ڈوری لگانا بہت ضروری ہے۔

6۔ آپ کے پاس تہہ ہونے والا جائے نماز ہونا چاہیے جو آپ کی جیب میں پورا آسکے۔ اسے ہر وقت اپنی جیب میں رکھیں۔

7۔ دعاؤں کی کتاب ہر وقت آپ کی جیب میں رہنی چاہیے۔

آخری بات یہ کہ آپ جتنے زیادہ تربیتی پروگرام میں شریک ہوں گے، اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام
کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر
عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔ [redacted]

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

ہر نئے عہد کی تعمیر یونہی ہوتی ہے

جہاں جنوں اور عمل کی سرحدیں یکجا ہوتی ہیں، وہیں سے انقلاب کے دھارے پھوٹتے ہیں

شفیق بیگ چغتائی

4 نومبر (2008ء) کی دوپہر ہمیشہ یاد رہے گی۔ اس روز سب نے کچھ نئے عہد باندھے، نئے ولولوں اور تازہ جذبوں کے حامل حریت فکر سے معمور تنظیم اسلامی کے جان فروشوں نے یادگار قراردادِ پاکستان کے وسیع میدان میں، امیر محترم حافظ عاکف سعید کی زیر قیادت، بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی پرسوز دعاؤں کے جلو میں، پاکستان کو صحیح اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل کرنے کا عہد کیا، قراردادِ مقاصد کی روشنی میں آگے بڑھتے ہوئے نظامِ خلافت کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا وعدہ کیا، ثلث صدی سے دھیرے دھیرے چلنے والا یہ قافلہ آج اس فلک بوس مینار کے سائے تلے آن پہنچا۔ بادشاہی مسجد کے میناروں کے روبرو کھڑے یہ بندگانِ خدا، مصورِ پاکستان، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کی انقلابی فکر کے علمبردار بھی ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں خالص قرآنی تعلیمات کے زیر اثر اٹھنے والی یہ بامقصد تحریک ربّ کائنات کے حضور اپنے اس نئے سفر میں کامرانی کے لیے دست بدعا تھی۔ جذبوں کے اس موجزن سمندر میں ہر فرد شاداں و فرحاں نظر آرہا تھا۔

تلاوتِ قرآن حکیم کے فوراً بعد جب میرا نام کلامِ اقبال کے لیے پکارا گیا تو وہ لمحات مجھے حاصلِ حیات محسوس ہو رہے تھے۔ مختلف مواقع پر کلامِ اقبال ترنم سے پڑھنے کا اعزاز حاصل رہا ہے لیکن اس روز کا کیف، قلم میں کہاں سکت کہ ضبطِ تحریر میں لاسکے۔ چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس لیے اقبال کا مردِ مؤمن میرے دائیں جانب براجمان تھا۔ پشت پر مسلم اُمّہ کی پرشکوہ تاریخ دامن میں سمیٹے بادشاہی مسجد کے چاروں مینار میرے خوبصورت اور باوقار ماضی کی یاد دلا رہے تھے۔ سامنے قراردادِ پاکستان کا مینارہ سینہ تانے آسمان کو چھو رہا تھا۔ یہ منظر مجھے ایک عجب جہاں میں لے جا چکا تھا۔ دائیں جانب مزارِ شاعرِ مشرق سے پرسوز صدائیں مسلسل میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں، مجھے جھنجھوڑ رہی تھیں، رُلا رہی تھیں۔

ترے امیر مال مست، ترے فقیر حال مست
بندہ کو گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی

سٹیج پر کھڑے میں نے دیوار کے اس پار نگاہ ڈالی تو خراٹے بھرتی موٹروں کا ہجوم، سڑکوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، مجھے محض "ہجوم آبادی" دکھائی دے رہا تھا۔ بلند و بالا عمارتیں بے روح جسموں کا مسکن محسوس ہو رہی تھیں۔ رہِ حیات کے بے مقصد اجاڑ موسموں کی دھوپ سے چہرے جھلستے دکھائی دے رہے تھے۔ بے اماں لوگ اپنی منزل یہیں کہیں گم کر بیٹھے تھے۔ صدیاں گنوا چکے تھے...... معاً مجھے "آوازِ دوست" والے مختار مسعود کی وہ بات رہ رہ کر یاد آرہی تھی:

"یوں تو مسجد اور مینار آمنے سامنے ہیں مگر ان کے درمیان یہ ذرا سی مسافت، جن میں سکھوں کا گوردوارہ اور فرنگیوں کا پڑاؤ شامل ہیں، تین صدیوں پر محیط ہے۔ میں ان تین گم شدہ صدیوں کا ماتم کر رہا تھا کہ مسجد کے مینار نے جھک کر میرے کان میں راز کی بات کہہ دی "جب مسجدیں بے رونق اور مدرسے بے چراغ ہو جائیں، جہاد کی جگہ جمود اور حق کی جگہ حکایت کو مل جائے، ملک کی بجائے مفاد اور ملت کی بجائے مصلحت عزیز ہو اور جب مسلمان کو موت سے خوف آئے اور زندگی سے محبت ہو جائے تو صدیاں یونہی گزر جاتی ہیں"۔

ابھی یہ فقرے دہرانے میں مصروف ہی تھا کہ جلسہ گاہ میں بانی محترم کا خطاب سننے کے لیے بے تاب کارکنوں میں تھوڑی سی ہلچل مچی۔ میجر فتح محمد سٹیج پر آئے اور عزمِ جواں سے بھرپور، گرجدار آواز میں دلوں کو گرمانا شروع کر دیا۔ صفیں درست رکھتے ہوئے، جہادِ زندگانی میں اپنی اپنی شمشیریں تھامنے کا حکم دے رہے تھے ...... آج ہمارا Practical Demonstration کا نیا دن تھا اور نیا انداز۔ آج شوق، ارادہ اور عمل یکجا ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں جنوں اور عمل کی سرحدیں یکجا ہوتی ہیں، وہیں سے انقلاب کے دھارے پھوٹتے ہیں۔ جنونِ شوق کا عالم اور قوتِ عمل کا نقطۂ اتصال کسی انقلاب ہی کا نقطۂ آغاز بن رہا ہوتا ہے۔

پاکستان بنانے والی نسل کے جو چند سپاہی باقی بچ رہے ہیں، آج انہیں پاکستان بچانے کا مرحلہ درپیش ہے۔ بانی تنظیم کے خطاب کا ایک ایک حرف دلوں کے تار چھیڑ رہا تھا۔ جذبۂ ایمان سے لبریز سرفروش صفیں باندھے کھڑے تھے، جیسے کسی حکم کے منتظر ہوں۔ وہ خطاب تھا یا کوئی سحر جو دلوں کو ایک نئے جہاں میں لیے جا رہا تھا۔ ایک ایک حرف کرن بنتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر تمام کرنیں یکجا ہو کر کسی نئی صبح کی نوید جاں فزا محسوس ہو رہی تھی، تاریکیاں چھٹ رہی تھیں، مایوسیوں میں فگار دل نئے حوصلوں اور ولولوں کے جلو میں محشر بدوش اٹھ رہے تھے...... کوئی فلک شگاف نعرہ نہ تھا لیکن اک نعرۂ مستانہ ہر زبان پر جاری تھا۔ آج مٹھی بھر لوگ 17 کروڑ عوام کی تقدیر بدلنے کا عہد کر رہے تھے۔ اس خارزار کا انتخاب انہوں نے خود اپنے لیے کیا تھا۔ رہِ وفا کی ان تنگ گھاٹیوں کا شعور ان کو پہلے سے تھا...... انقلاب کے لیے پکارنے والی آواز نے رہروؤں کو سورۃ العصر کی "گھٹی" پہلے روز ہی دے دی تھی اور اس راہ پر آبلہ پا چلنے کا وعدہ بھی لے لیا تھا۔ انہیں سمجھا دیا تھا کہ ہر کانٹے کی چبھن میں راحت کا اک جہاں آباد ہے، راہ مشکل ضرور ہے مگر درست رستہ یہی ہے بلکہ صراطِ مستقیم کی اصل پہچان یہی ہے۔ اسلامی انقلابی تحریکوں کی کامیابی اور ناکامی کا جو معیار دنیا دار قسم کے لوگ متعین کرتے ہیں، وہ یکسر بھول جاتے ہیں کہ یہ وہ تول ہے، جس کا ترازو صرف دستِ قدرت میں ہے۔ وہ صرف نیتوں میں خلوص کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ "زمینی حقائق" کے پجاری ان نام نہاد رہنمایان، دجالی تہذیب کا کلنک ماتھے پر سجائے پھرتے ہیں، انہیں کیا خبر کہ اصل کامیابی کسے کہتے ہیں "فوز العظیم" کا مفہوم کیا ہے؟ جسے وہ ناکامی کہتے ہیں دراصل کامیابی کے سوتے وہیں سے پھوٹتے ہیں۔ سفر شرط ہے۔ مجھے یاد ہے امیر محترم نے نارووال میں اپنے خطاب کے دوران کسی مفکر کے اس فقرے پر بڑا زور دیا تھا کہ "دس ہزار میل کے سفر کا آغاز بھی پہلے قدم سے ہوتا ہے"۔ جس طرح 23 مارچ 1940ء قیامِ پاکستان کی صبحِ صادق ثابت ہوئی تھی، ان شاء اللہ اسی طرح 4 نومبر 2008ء کا یہ دن وطنِ عزیز میں صحیح اسلامی انقلاب کی کروٹ ثابت ہوگا، ہر نئے عہد کی تعمیر یونہی ہوتی ہے اور ہر نئی صبح کا آغاز یونہی ہوتا ہے۔

✿✿✿✿✿

then you're back to square one" Quite.

Nor does Mr. Hutton appear to suffer from the intellectual confusion that has afflicted some of his predecessors about the precise nature of Britain's commitment to Afghanistan. "It's first and foremost about UK national security", he said. "If Afghanistan becomes a state where terrorists can roam freely, that terror will be exported to our own doorsteps." Given the confused signals that the government has given out in the past to justify the deployment of British forces to Afghanistan, it is to be hoped that Mr. Hutton's plain-speaking translates into a mission statement that will define the objectives of not just British forces, but all the other coalition troops currently deployed.

While British commanders have been satisfied by their tactical success in defeating the Taliban as a military force, they have been frustrated by what they regard as an absence of government strategy about how best to achieve the overall objectives. Mr. Hutton, whose personal interest in the subject led him to write a book on military history, may be the man to provide it -so long as he steers clear of his other great enthusiasm, the creation of a Euro-army

We already have a Euro-army, in the form of NATO: the vast majority of the 53,000 NATO troops based in Afghanistan are drawn from Europe. But the trouble with European armies is that, with a few notable exceptions such as the Danes, Dutch and British, they don't want to fight. And that is one strategy that is sure to fail against a determined and resourceful foe such as the Taliban.

(Courtesy: Daily Times, Lahore)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فرمانِ نبویؐ ''اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحِ'' پر عمل کرتے ہوئے
رفقاء واحباب کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ

میری بیٹی' نورِ چشمی عزیزہ حسنٰی عاکف اسرار سلمہا کا
عقد نکاحِ مسنونہ بفضل اللہ تعالیٰ وبعونہٖ
میرے بھانجے' عزیزم عمار عبدالخالق سلمہٗ
خلف الرشید برادرم ڈاکٹر عبدالخالق حفظہ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ' ۲۷/ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات' بعد نماز مغرب
جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن' لاہور میں ہونا طے پایا ہے
خطبۂ نکاح' ان شاء اللہ العزیز
والد محترم' بانیٔ تنظیم اسلامی' **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہٗ ارشاد فرمائیں گے
تمام رفقاء واحباب سے عزیزان کے لیے دعائے خیر وبرکت کی خصوصی درخواست ہے

احقر عاکف سعید عفی عنہ
امیر تنظیم اسلامی

JILBAAB

Complete Variety of
- SCARFS
- CARDS
- ABAAYAS
- CASSETTES
- CHADERS
- ITARS

DESIGNER
Umme Zarak
5783202

SHOP# U.G.F.90, NEW AURIGA SHOPPING MALL, MAIN BOULEVARD, GULBERG, LAHORE.

ol: 17 Regd. No. LRL -50 No. 45

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

ew Point

By Con Coughlin

Britain desperately needs a plan for Afghanistan?

e minute we are being told we ust send more troops to fghanistan if we are to stand any ance of securing victory; the xt that the only option is to sit own and talk to the Taliban.

All the while, as our oliticians and military ommanders argue over how best in the war in Afghanistan, the aliban quietly, but effectively, et on with their deadly nsurgency campaign to sap our esolve. The Taliban might be a hadow of the military force it vas when British troops first eployed to southern Afghanistan the spring of 2006, but 1hey evertheless retain the ability to ndermine the international ampaign to restore the country to omething approaching normality ollowing three decades of ncessant conflict.

The murder of Gayle Williams, the British aid worker who had devoted her life to elping children who had lost their limbs to landmines or ombs, was part of the Taliban's insidious strategy to force the thousands of Westerners currently working on various reconstruction projects to pack up and go home. The same tactic was used to devastating effect in Iraq, where groups of well-organised insurgents put back the country's post-war reconstruction by several years with a series of high-profile attacks on Western contractors, which quickly esulted in them either fleeing the ountry or seeking sanctuary within the safety of Baghdad's green zone.

Three years ago, I visited Kabul shortly before British forces were deployed. It was possible to walk around the city centre, buy carpets in bazaars and eat out at local restaurants. Today, you take your life in your hands the moment you leave the fortified enclaves where most Western workers are based (central Kabul is looking more like 'Baghdad's green zone with every passing day) so deadly is the threat posed by the Taliban and their supporters.

But while the Taliban have demonstrated an impressive ability to adjust their tactics to suit their diminished military capability, those responsible for prosecuting the West's military operation seem to be hopelessly divided over how best to achieve their goal of providing Afghanistan's long – suffering civilian population with the security and stability they crave. In the course of the past week alone, we have received a succession of dire warnings. First General Sir Michael Rose, the former Special Forces commander just returned from a tour of southern Afghanistan, said that the British mission is doomed to failure unless it receives urgently needed reinforcements. The following day it was revealed that the Americans are seriously considering sitting down and negotiating with the Taliban to end the fighting.

Meanwhile, John Hutton, the new Defence Secretary, rebutted the defeatist attitude emanating from the front line in the war on terror, insisting that British forces will ultimately prevail. But the fact that such differing opinions are now being aired on a regular basis suggests that, two and a half years into Britain's current deployment to southern Afghanistan, no one is any the wiser as to what our overall strategy is for achieving success.

The absence of such a clear-cut approach has been the Achilles' heel of Britain's involvement since the government led everyone to understand that British forces were being deployed to support reconstruction projects and eradicate the poppy crop – which accounts for 90 per cent of the heroin sold on Britain's streets- rather than going eyeball to eye-ball with the Taliban.

There are still those in Whitehall – particularly at the Department for International Development – who believe that the main purpose of the British mission should be reconstruction rather than confrontation. But as Mr. Hutton pointed out shortly after his appointment, the priority must be to deal with the insurgency, which, so long as it is allowed to continue, has the capability to undermine all other efforts to restore the country to normality. "If the Taliban turn up a month later," he said, "and bulldoze the school you've built,